برعظیم پاکستان و ہند میں انگریزی ترجمۂ قرآن کی تحریک
شبلی، جمعیۃ العلماء ہند اور پٹھال کی مساعی کا جائزہ

ڈاکٹر محمد ارشد☆

Abstract

This paper seeks to study the movement for an Englsih translation of the Qur'an, initiated in the subcontinent by Shibli in 1910 and reinforced by Jam'iyyat al-Ulama Hind during the heyday of Shuddhi Movement in 1920s. This focuses, in particular, on the role of the Shibli Nu'mani besides the role of Jam'iyyat al-Ulama Hind and Majlis-i Qur'ani (Simla). On Shibli's persuasion, Sayyid Hussain Bilgrami undertook the job of translation, but he could translate only 16 parts of the Qur'an, which remained unpublished. With the upsurge of Shuddhi movement during 1920s the Jami'ayyat al-Ulama Hind turned to the English translation of the Qur'an under the supervision of Sayyid Sulayman Nadvi, however due to the financial constraints, the dream remained unfulfilled and so was of Majlis-i Qur'ani (Simla). The paper argues that the movement initiated by Shibli and reinforced by Jam'iyyat and Majlis-i Qur'ani led Abdul Majid Daryabadi's English translation and commentary of the Qur'an.

برعظیم پاکستان و ہند میں برطانوی اقتدار کے قیام و استحکام نے صرف ملت اسلامیہ کی اجتماعی و سیاسی زندگی ہی کو عمیق طور سے متاثر نہیں کیا بلکہ ان کی ملی و دینی ہستی کو بھی معرضِ خطر میں

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ڈال دیا۔ جدید مغربی علوم و افکار کی اشاعت اور خصوصاً مسیحی منادوں کی معاندانہ یلغار اور مستشرقین کی تصانیف کی اشاعت، جن میں قرآن مجید اور پیغمبر اسلام کی ذات گرامی کو ہدف بنایا گیا تھا، سب عوامل ایسے تھے جنھوں نے جدید تعلیم یافتہ افراد کے دین و ایمان کے تحفظ و سلامتی کے بارے میں شدید خدشات پیدا کر دیے۔ جدید درس گاہوں سے سند یافتہ افراد پر دنیوی و معاشی ترقی خصوصاً سرکاری ملازمتوں کے دروازے تو وا ہوئے لیکن وہ عربی و فارسی اور قدیم روایتی اسلامی علوم سے بے بہرہ ہونے کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور قرآن حکیم کے احکام و تعلیمات سے واقفیت کے لیے انگریزی زبان میں موجود مغربی مصنفین کی تالیفات اور انگریزی تراجم قرآن پر انحصار کرنے لگے۔ تحریک علی گڑھ کے بانی سر سید احمد خان نے مجلۂ تہذیب الاخلاق میں شائع ہونے والے مضامین میں جس طرح سے روایتی علماء کے فہم اسلام اور ان کے نظام تعلیم و تربیت کا تمسخر اڑایا تھا اس کا بھی جدید تعلیم یافتہ افراد پر گہرا اثر مرتب ہوا تھا۔(۱) چنانچہ وہ فہم دین کے معاملہ میں روایتی علماء کی تشریحات و تعبیرات کو درخور اعتنا نہ سمجھتے تھے۔ وہ جدید مغربی تہذیب و تمدن اور علوم و افکار کے بارے میں شدید نوعیت کی ذہنی و فکری مرعوبیت اور سید عبداللہ کے الفاظ میں "غلامانہ ذہنیت" (۲) کی بنا پر ان مغربی مصنفین کی تصانیف اور ان کے خیالات و تعبیرات کو عظمت و تقدیس کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔(۳) بقول شیخ عطاء اللہ "انگریزی پڑھے "مسلمان" انگریزی کتابوں سے زہر حاصل کرتے تھے"۔(۴) جدید مغربی نظام تعلیم کے ساختہ و پرداختہ افراد کو ان کے اس طرز فکر و عمل نے یقینی طور پر ان کو ذہنی و فکری ارتداد کی راہ پر ڈال دیا تھا۔

مسیحی مشنریوں اور مستشرقوں کی اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں تصانیف خاص اہداف و مقاصد کی آئینہ دار تھیں۔ خصوصاً ان کے کیے ہوئے قرآن حکیم کے تراجم، اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں ان کے بغض و عناد کا بہترین مظہر تھے۔ ان تراجم میں قرآنی تعلیمات کو خوب مسخ کر کے پیش کیا گیا تھا۔(۵) چنانچہ ان کے ذریعے قرآنی مطالب کی تفہیم عربی و اسلامی علوم سے بے بہرہ، جدید تعلیم یافتہ افراد کے دین و عقیدہ کے لیے سخت مضرت رساں تھی۔ ان مختلف النوع عوامل نے ملت

اسلامیہ کی دینی اور دعوتی وتبلیغی ضرورتوں میں بھی اضافہ کر دیا، خصوصاً اس امر کی شدید ضرورت پیدا کر دی تھی کہ روایتی اسلامی و عربی علوم سے نابلد جدید تعلیم یافتہ افراد کے لیے انگریزی زبان میں تاریخ اسلام اور سیرت النبی پر مستند وثقہ مآخذ سے کام لے کر عالمانہ لٹریچر تیار کیا جائے جس میں رسالت مآب ﷺ کے بارے معاندین کے اعتراضات کو رفع کیا جائے، اور قرآن حکیم کا ایک مستند ترجمہ وتفسیر تیار کیا جائے، جس میں قرآنی مطالب کی تفہیم وتشریح کے ضمن میں جدید ذہن کی رعایت کی گئی ہو۔

مسیحی مشنریوں اور مستشرقوں کے جواب میں انگریزی میں سیرۃ النبی کی تصنیف واشاعت کی ضرورت کو سب سے پہلے سر سید احمد خان نے محسوس کیا۔ انھوں نے مسیحی مشنری مستشرق سر ولیم میور کی ''حیاتِ محمد'' (The Life of Mahomet)(۶)، کی اشاعت کو مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ افراد کے لیے نہایت خطرناک خیال کیا تھا۔ ان کی نظر میں ولیم میور کی کتاب صرف ''عیسائیوں ہی کو اسلام اور بانی اسلام کی طرف سے گمراہ کرنے والی نہ تھی بلکہ انگریزی تعلیم یافتہ [مسلمان] نوجوانوں کو بھی اسلام کی طرف سے شک میں ڈالنے والی تھی''۔(۷) چنانچہ وہ جدید تعلیم یافتہ افراد کو مسیحی مشنریوں اور مستشرقوں کی زہریلی کتب کے فاسد اثرات سے بچانے کے لیے تاریخ اسلام اور بالخصوص سیرت النبی پر مستند اور ثقہ مآخذ کو کام میں لاتے ہوئے تصنیف وتالیف کو ناگزیر ضرورت خیال کرتے تھے۔(۸)

سر سید احمد نے ولیم میور کی ''لائف آف محمد'' کے جواب میں سیرۃ النبی پر ایک ایسی مفصل و جامع کتاب تصنیف کرنے کی ٹھان لی کہ ''جس سے اسلام کی اصلیت عیسائی قوموں پر ظاہر ہو اور جو غلطیاں اکثر عیسائی مصنفوں نے اور خاص کر سر ولیم میور نے اپنی کتاب لائف آف محمد میں اسلام کی حقیقت اور بانی اسلام کے کریکٹر کو ظاہر کرنے میں دانستہ یا نادانستہ کی ہیں، ان کو رفع کیا جائے''۔(۹) سر سید نے محنتِ شاقہ کے بعد مجوزہ تصنیف کی پہلی جلد مکمل کر کی اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کرا کر ۱۸۷۰ء میں اسے لندن سے شائع کرایا۔(۱۰)

برعظیم پاکستان و ہند میں انگریزی ترجمہ قرآن کی روایت کا آغاز

برعظیم پاکستان و ہند میں وسیع پیمانے پر انگریزی زبان میں پیغمبر اسلام کی حیات وتعلیمات

پر تصنیف وتالیف کے علاوہ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ وتفسیر کی اشاعت کی ضرورت کا خیال قادیانی مصنفین کو، جو ایک عرصہ سے مسیحی مشنریوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے، ہوا۔(۱۱) انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن کے سلسلے میں سبقت وتقدم قادیانی مصنفین کو ہی حاصل ہے، جن سے تحریک پا کر متعدد دیگر افراد نے قرآن حکیم کے ترجمے کیے۔

سب سے پہلا انگریزی ترجمہ قرآن ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی (م ۱۹۱۹ء)، نے کیا جو Holy Qur'an Translated, with Short Notes کے نام سے ۱۹۰۵ء میں (پٹیالہ: راجندر پریس، ۱۹۰۵ء) چھپ کر منظر عام پر آیا۔ یہ انگریزی ترجمہ ان کے دورِ مرزائیت کا ہے۔(۱۲) ڈاکٹر عبدالحکیم خان ایک ماہنامہ قرآنیات سے متعلق الذکر الحکیم کے نام سے نکالتے رہے۔ انھوں نے قرآن حکیم کا ایک ترجمہ اردو میں بھی اپنے دورِ مرزائیت میں کیا، جو تفسیر القرآن بالقرآن (عزیزی پریس، تراوڑی، ضلع کرنال، ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰-۱۹۰۱ء) سے شائع ہوا۔(۱۳) ڈاکٹر عبدالحکیم ایک زمانے تک قادیانی رہ کر اس حلقہ سے نکل آئے تھے۔ ترکِ قادیانیت کے بعد انھوں نے انگریزی میں سیرت النبی پر ایک ضخیم کتاب بھی تصنیف کی، جو ۱۹۱۶ء میں پٹیالہ سے شائع ہوئی۔(۱۴) قادیانیت سے تائب ہونے کے بعد وہ مرزا غلام احمد کے خلاف بڑے عزم وحوصلہ سے برسرِ پیکار رہے۔(۱۵)

قرآن حکیم کا دوسرا انگریزی ترجمہ مرزا ابوالفضل (۱۸۶۵-۱۹۵۶ء) نے کیا، جس کا پہلا ایڈیشن (قرآن حکیم کی منتخب سورتوں پر مشتمل) ۱۹۱۰ء میں جبکہ دوسرا ایڈیشن (مکمل ترجمہ) دو جلدوں میں (الہ آباد: جی اے اصغر اینڈ کمپنی، ۱۹۱۱-۱۹۱۲ء) The Qur'an: Arabic Text and English Translation: Arranged Chronologically With an Abstract کے نام سے شائع ہوا۔ یہ پہلا انگریزی ترجمہ ہے جو متنِ قرآنی کے ساتھ چھپا۔ مرزا ابوالفضل قرآن حکیم کی حفاظت وتدوین اور اس کی سورتوں کی ترتیب کے بارے میں مغربی مستشرقوں کے خیالات وآراء سے متاثر تھے۔ چنانچہ انہوں نے جرمن مستشرق تھیوڈور نولدیکے (۱۸۳۶-۱۹۳۰ء) اور اس کے ہم عصر وہم خیال مستشرقوں

کے تتبع میں اپنے ترجمۂ قرآن میں قرآنی سورتوں کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے مرتب کیا۔(۱۶) ابوالفضل کوئی عالم دین یا ماہر اسلامیات نہ تھے چنانچہ ان کے ترجمہ میں بعض صریح غلطیاں در آئی ہیں بلکہ اس میں بعض مقامات پر مستشرقوں اور مسیحی مشنریوں کے وارد کیے ہوئے اعتراضات کی بازگشت تک ملتی ہے، مثلاً ان کے یہ مغالطہ آمیز اور صریحاً باطل خیال کہ قرآن مجید ایک صحیفۂ سماوی نہیں بلکہ بنی نوع انسانیت کے نام پیغمبر اسلام کا خطاب اور پیغام ہے۔ بالفاظ عبدالرحیم قدوائی ''[نبوت و رسالت کا مفہوم ان [ابوالفضل] پر واضح نہ تھا اور وہ قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کے مابین تعلق کے ادراک میں ناکام نظر آتے ہیں''۔(۱۷) ابوالفضل کے مذکورہ مغالطہ کی مسیحی مستشرق سیموئل زویمر (Samuel Marinus Zweme، ۱۸۶۷-۱۹۵۲ء) نے دل کھول کر داد دی اور اس توقع کا اظہار کیا کہ اس طرح مسلمانوں میں قرآن مجید کی متنی تنقید فروغ پائے گی جو مسلمانوں کی قدیم فرسودہ اعتقادات اور روایات سے آزادی پر منتج ہوگی۔(۱۸)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے ترجمے کو، ان کے قادیانی پس منظر کے سبب ملت اسلامیہ میں قبول عام نہ حاصل ہوسکا۔ مرزا ابوالفضل کے ترجمے کو بھی پذیرائی نہ مل سکی۔ البتہ ان تراجم نے ایک مستند انگریزی ترجمہ تفسیر کی ضرورت واہمیت کو ضرور اجاگر کیا۔

علامہ شبلی اور انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن کی تحریک

علماء میں سے علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء) وہ پہلی شخصیت تھے جو تاریخ اسلام اور بالخصوص سیرۃ النبی پر مسیحی مصنفوں و مستشرقوں کی تصانیف نیز ان کے کیے ہوئے انگریزی تراجم قرآن کو جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے حق میں سخت مضرت رساں گردانتے ہوئے ان کے فاسد اثرات کے ازالہ کے لیے سرگرم عمل ہوئے۔ انھوں نے ۱۹۱۲ء کے آغاز میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ایک مفصل اور مستند سوانح عمری مرتب کرنے کے لیے ایک مجلس تالیف سیرت کے قیام کی تجویز پیش کی اور سیرۃ النبی کی تالیف کا بیڑا اٹھایا۔(۱۹) مزید براں انھوں نے علماء کو انگریزی اور دوسری مغربی زبانوں کی تحصیل کی تحریک کی تاکہ وہ ان زبانوں میں لیاقت ومہارت پیدا کرکے تاریخ اسلام اور سیرت النبی پر تصنیف و

تالیف کے علاوہ قرآن حکیم کے ترجمہ وتفسیر کی خدمت انجام دیں۔علامہ شبلی نے سید سلیمان ندوی کے ایک سوال کہ ''آپ مدرسہ [دار العلوم ندوۃ العلماء] میں انگریزی کو کیوں لازم قرار دیتے ہیں؟'' کے جواب میں فرمایا:

''نئی تعلیم کس تیزی سے پھیلتی جاتی ہے، اسی کے ساتھ عربی زبان کی تعلیم اعلیٰ مسلمان خاندانوں سے مٹتی جاتی ہے۔اب نئے تعلیم یافتوں کی مذہبی واقفیت کا مدار انگریزی کی کتابوں اور اسلامی کتابوں کے ترجموں پر رہ جائے گا۔اس وقت ہمارے مذہبی علوم کی کیا حالت ہوگی۔اب بھی دیکھو جب غیر مذہبی تعلیم یافتوں کو قرآن پاک کے سمجھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ اپنی اس پیاس کو سیل (George Sale) کے انگریزی ترجمہ (۴۰) سے بجھاتے ہیں۔ ۔ ۔کیا یہ کام ہمارے علما کا نہیں؟''۔(۴۱)

بیسویں صدی کے ربع اول میں علمائے فرنگی محل کے روح رواں مولانا قیام الدین محمد عبدالباری (۱۸۷۹۔۱۹۲۶ء) بھی اس معاملہ میں مولانا شبلی کے ہم خیال نظر آتے ہیں۔مولانا عبدالباری نے اس امر پر بڑے گہرے تأسف کا اظہار کیا کہ علماء کی جدید دور کے تقاضوں سے غفلت و اعراض کے سبب مسلمانوں کی جدید تعلیم یافتہ نسل اپنے دین (اسلام) کو یورپی غیر مسلم معاندینِ اسلام اور منحرفین کی انگریزی تصانیف اور ان کے تراجم قرآنی کے ذریعے سے سیکھتے ہیں۔مولانا فرماتے ہیں:

''یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ مسلمانوں میں مذہبی تعلیم روز بروز زوال پذیر ہے۔اس وقت مسلمان قدیم اور جدید دو طبقوں میں بٹ چکے ہیں۔ایک طرف وہ لوگ ہیں جنھوں نے قدیم درسگاہوں سے تعلیم حاصل کی ہے۔وہ قدیم خطوط پر مذہب کو سمجھتے ہیں اور جدید دور کے تقاضوں سے آگاہ نہیں ہیں۔دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو دین کو علماءِ اسلام سے نہیں بلکہ یورپی مصنفوں اور مستشرقوں کی تصانیف کے ذریعے سے سیکھتے ہیں۔وہ اسلام سے آگاہی جارج سیل (George Sale)، کے انگریزی ترجمۂ قرآن سے حاصل کرتے ہیں۔مؤخر الذکر گروہ راہِ حق سے بہت بھٹک چکا ہے۔مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ پہنچتا ہے کہ یہ جدید تعلیمیافتہ افراد عربی زبان سے عدمِ واقفیت کے سبب قرآن حکیم کا مطالعہ جارج سیل کے ترجمۂ قرآن کے ذریعہ سے کرتے ہیں''۔(۴۲)

بیسویں صدی کے آغاز میں **ملت** اسلامیہ کو ایک بڑا چیلنج ہندو آریوں کی طرف سے **لاحق** ہوا۔ ۱۹۰۸ء سے آریوں کی شدھی تحریک نے راجپوتانہ اور دیگر مختلف علاقوں میں ان پڑھ اور دینی تعلیم سے بے بہرہ نومسلم راجپوت قبائل کو شدھ کرنا (ارتداد کی راہ پر ڈالنا) شروع کیا۔ (۲۳) آریوں کی جارحانہ سرگرمیوں نے **ملت** اسلامیہ کی دینی اور دعوتی وتبلیغی ضرورتوں میں اور اضافہ کر دیا۔ آریہ تحریک نے اس امر کی شدید ضرورت پیدا کر دی تھی کہ انگریزی کے علاوہ مختلف ہندوستانی زبانوں میں اسلام کے عقائد وتعلیمات، اور سیرت طیبہ پر عام فہم زبان میں کثرت سے کتب وتصانیف اور قرآن حکیم کے مستند تراجم شائع کیے جائیں۔ علامہ شبلی آریوں کی جارحانہ سرگرمیوں سے بڑے مضطرب تھے اور ان کے اثرات کے سدباب کے لیے مختلف عملی تدابیر سوچنے کے علاوہ ان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پوری طرح سے کمربستہ تھے۔ انھوں نے نومسلموں میں دعوت وتبلیغ کی مساعی کو مربوط ومنظم کرنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کیں۔ انھوں نے اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ نومسلموں میں دینی اور دعوتی وتبلیغی ضرورتوں کا احساس وشعور پیدا کرنے میں بھی قائدانہ کردار ادا کیا، جس کا اندازہ ان کے مکاتیب و مقالات اور خطبات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ (۲۴)

علامہ شبلی نے آریوں کا مقابلہ کرنے اور جاہل وناخواندہ مسلمانوں کو ان کی یلغار سے محفوظ رکھنے کے لیے دیہات میں قرآنی مکاتب کے قیام پر زور دیا، کہ جہاں "صرف قرآن شریف کا متن اور اردو اتنی کہ جس سے محض مسائل عبادت نماز، روزہ اور وہ بھی نہایت آسان آسان، مشکل اور دشوار مسائل فقہ بھی نہیں، یہ ان کو پڑھائے جائیں"۔ (۲۵) وہ جدید تعلیم یافتہ افراد کے دین وعقیدہ کی مسیحی مشنریوں، مستشرقوں اور آریوں کے حملوں سے حفاظت وصیانت اور انھیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے ایک صحیح اور مستند انگریزی ترجمہ قرآن کی اشاعت کو بھی نہایت اہم خیال کرتے تھے۔ بالفاظ سید سلیمان ندوی "اسی زمانہ میں آریوں کے سبب سے جب مولانا کو تبلیغ وحفاظت اسلام کی طرف توجہ ہوئی تو قرآن پاک کے ایک مستند انگریزی ترجمہ کی ضرورت بھی معلوم ہوئی"۔ (۲۶) وہ غیرمسلموں میں دعوت وتبلیغ کے لیے بھی قرآن حکیم ہی کو مرکز بنانا چاہتے تھے۔ (۲۷)

علامہ شبلی نے ۱۹۱۰ء سے تسلسل کے ساتھ اپنے مقالات ومضامین نیز ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسوں میں اپنے خطبات میں انگریزی اور دیگر زبانوں میں سیرت النبی اور اسلام کے عقائد و تعلیمات پر معیاری کتب کی تصنیف کے علاوہ انگریزی میں قرآن حکیم کے ایک مستند ترجمے کی تیاری اور اشاعت پر زور دیا تاکہ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے اسے استعمال کیا جا سکے اور خود مسلمانوں میں سے نئے تعلیم یافتہ حضرات اس سے مستفید ہوسکیں۔(۲۸) علامہ شبلی یورپی زبانوں میں غیر مسلموں کے قرآنی تراجم کو استناد کے لائق نہیں گردانتے تھے۔ وہ انگریزی میں ایک صحیح اور مستند ترجمہ قرآن کی ضرورت سے متعلق رقم طراز ہیں:

''قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ درحقیقت ایک نہایت ضروری کام ہے۔ یورپ کی زبانوں میں قرآن کے کثرت سے ترجمے موجود ہیں اور جدید تعلیم یافتہ انہی کو پڑھتے ہیں۔ ان ترجموں میں سخت غلطیاں ہیں اس کے علاوہ مترجموں نے اکثر حاشیہ میں اپنی طرف سے جو کچھ لکھا ہے اس میں علانیہ قرآن مجید پر نکتہ چینیاں ہیں۔ ۔ ۔ان اسباب سے ضرور تھا کہ انگریزی زبان میں ایک صحیح اور مکمل ترجمہ کیا جاتا''۔(۲۹)

دریں حالات علامہ شبلی نے ندوۃ العلماء کے اجلاس دہلی، منعقدہ ۲۶ تا ۲۸ مارچ ۱۹۱۰ء/ ۱۴ تا ۱۶ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ، میں ایک صحیح اور مستند انگریزی ترجمہ قرآن کی تجویز پیش کی جس پر تمام لوگوں نے اس کی تائید میں صدائیں بلند کیں اور تجویز بالاتفاق منظور ہوئی۔ مصارف کا مرحلہ اس جلسہ میں نہایت آسانی کے ساتھ طے ہوگیا، سردار محمد اسمٰعیل خان سفیر افغانستان نے اعلان کیا کہ وہ سردست اس مقصد کے لیے پانچ ہزار روپیہ دیتے ہیں، اس کے علاوہ جو مصارف پڑیں گے، وہ ان کو بھی برداشت کریں گے۔ اس اجلاس کی دوسری اہم تجویز مجلس اشاعت اسلام کا قیام تھا۔(۳۰) اس اجلاس دہلی کے معاً بعد ۱۱/اپریل ۱۹۱۰ء کو علامہ شبلی نے مولانا حمید الدین فراہی (۱۱ نومبر ۱۹۳۰ء) کے نام ایک خط میں لکھا:

''جلسہ نہایت کامیاب رہا، پانچ ہزار روپیہ سردست (اور جس قدر ضرورت ہو اس کا وعدہ) سردار اسمٰعیل خان نے دیئے کہ ندوہ کے اہتمام میں قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کیا جائے۔ اس کے

متعلق تم جو مدد دے سکتے ہو دو، یعنی ان لوگوں کے نام بتاؤ جو اس کام کو معاوضہ لے کر کریں، نیز انگریزی میں قرآن مجید کے جس قدر ترجمے ہو چکے ہیں ان کے نام اور پتے، یہ کام بہت وسعت کے ساتھ کیا جائے گا''۔(۴۱)

اس سلسلہ میں سب سے اہم اور مشکل مسئلہ اہل اور موزوں افراد کی تلاش تھا۔ کیونکہ اس کے لیے جامع الحیثیتین افراد، جو انگریزی اور عربی دونوں میں لیاقت و مہارت رکھتے ہوں اور اس کے ساتھ قرآن فہمی کا ذوق رکھتے ہوں، کی ضرورت تھی۔(۴۲) علامہ شبلی نے ''ترجمہ قرآن مجید کے لیے متعدد شخصوں کو خط لکھے، کسی نے کوئی تسلی دہ جواب نہ لکھی''۔(۴۳) انھوں نے اگست اور ستمبر ۱۹۱۰ء کے الندوہ (ندوۃ العلماء کا ترجمان ماہوار) میں بھی اس مسئلہ کی طرف اہل علم کی توجہ مبذول کرائی۔ روایتی علماء میں کوئی شخصیت ایسی نہ تھی جو انگریزی اور عربی دونوں میں مہارت تامہ رکھتی ہو۔ مولانا شبلی کو اس امر کا شدید افسوس تھا کہ طبقۂ علماء میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جو اس مہتم بالشان کام میں ہاتھ بٹا سکتا۔ چنانچہ اس مقدس خدمت کے لیے مطلوبہ استعداد اور اہلیت کے حامل لائق اور قابل افراد کی فراہمی کے لیے دائرہ تلاش وسیع کرنا پڑا۔ دریں صورت انھوں نے کسی ایک فرد کی لیاقت و قابلیت پر انحصار کے بجائے اسے اجتماعی کاوش بنانا زیادہ مناسب خیال کیا تا کہ اسے ایک گونہ درجۂ استناد حاصل ہو جائے۔ ان کی نظر میں اس وقت جو چند آدمی اس کام کے اہل تھے ان میں مولوی حمید الدین فراہی (۳۴) کے علاوہ نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی (۳۵) سرفہرست تھے۔ مولانا شبلی کی نظر میں اس وقت مسلمانوں میں انگریزی کے انشا پرداز اور عربی زبان و ادب میں مہارت رکھنے والے نواب عماد الملک کے علاوہ ''اس قسم کا جامع شخص ہندوستان میں کوئی شخص مولوی حمید الدین صاحب پروفیسر عربی، میور کالج [الہ آباد] سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے قدیم طریقہ پر عربی کی تعلیم پائی تھی اور ساتھ ہی انگریزی میں بی اے پاس تھے۔ چنانچہ ان کو لکھا گیا اور انھوں نے نہایت خلوص سے اس کام میں شرکت منظور کی''۔(۳۶) نواب عماد الملک گو مسلکاً شیعہ تھے تاہم متعصب ہرگز نہ تھے۔ بقول عبد الماجد دریا بادی، ''حیدر آباد کے عماد الملک سید حسین بلگرامی اگرچہ شیعہ تھے، لیکن برائے نام ہی

شیعہ تھے'' (۳۷) اور ''اپنے عقیدہ وعمل کے لحاظ سے کسی فرقے سے تعلق رکھنے کے بجائے محض مسلم تھے''۔(۳۸) ان کے علمائے اہل سنت کے ساتھ گہرے دوستانہ مراسم قائم تھے۔نواب عماد الملک قرآن فہمی کا عمدہ ذوق رکھتے تھے اور مولانا شبلی کی تحریک سے قبل سورۃ البقرۃ کا ترجمہ کر چکے تھے۔(۳۹) علامہ شبلی کی تحریک پر نواب سید حسین بلگرامی نے ہامی بھر لی اور نہایت مستعدی سے کام کا آغاز کردیا۔(۴۰) ترجمہ کی پیش رفت کے بارے میں علامہ شبلی نے ۵ فروری ۱۹۱۴ء کو مسلم گزٹ (لکھنؤ) میں شائع اپنے ایک مضمون میں لکھا:

''ترجمہ کے لیے سب سے ضروری امر یہ تھا کہ وہ شخص انتخاب کیا جائے جو اعلیٰ درجہ کی انگریزی لکھ سکتا ہو اور عربی زبان سے بھی اچھی طرح واقف ہو۔مسلمانوں میں انگریزی کا انشا پرداز آج نواب عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔اس کے ساتھ وہ عربی بھی اس قدر جانتے ہیں کہ تفسیروں سے کافی مدد لے سکتے ہیں۔اس لیے ان سے درخواست کی گئی۔انھوں نے سورۂ بقرہ کا ترجمہ کئی برس قبل کیا تھا، اس درخواست سے ان کو مزید تحریک ہوئی اور انھوں نے لکھا [۱۸/اپریل ۱۹۱۰ء] کہ میں دو برس میں پورے قرآن مجید کا ترجمہ کردوں گا۔ان کے الفاظ یہ ہیں: ''ان شاء اللہ زندگی باقی ہے تو دو سال کے اندر ختم ہو جائے گا۔سورۂ بقرہ تمام اور سورۂ آل عمران کا معتد بہ حصہ ختم ہو چکا ہے''۔(۴۱)

اسی زمانہ میں علامہ شبلی نے مولوی محمد صالح صاحب پروفیسر ایس ای کالج بہاولپور (۴۲) کی بہت تعریف سنی تو ان سے خط و کتابت کی۔چنانچہ ترجمۂ قرآن کے لیے ایک طرح سے سہ رکنی کمیٹی تشکیل پائی جس کے ارکان میں مولوی حمید الدین فراہی، نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی (حیدرآباد)، اور مولوی محمد صالح شامل تھے۔(۴۳) طریقۂ کار یہ طے پایا کہ پہلے نواب عماد الملک صاحب ترجمہ کریں گے اور باقی دونوں حضرات اس پر نظر ثانی اور اصلاح کا کام انجام دیں گے۔ چنانچہ ''انھوں [نواب عماد الملک] نے مولانا [شبلی] کو لکھا کہ وہ [نواب عماد الملک] مسودہ مولانا [شبلی] کے پاس بھیج دیں گے، جو اسے چھپوا کر مولانا حمید الدین اور مولوی محمد صالح اور دوسرے قابل حضرات کی خدمت

میں بھیجا جائے گا پھر جو رائیں ان کی نسبت موصول ہوں گی وہ نواب صاحب کی خدمت میں بھیجی جائیں گی اور متفقہ رائے سے فیصلہ ہوگا''۔(۴۴) اس کے ساتھ علامہ شبلی نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ'' انگریزی[مسودہ کا] اردو ترجمہ علماء کی ایک کمیٹی کے سامنے پیش ہوگا تا کہ وہ اس کی صحت و غلطی کا فیصلہ کرسکیں،[کیونکہ] اس طرح اگر یہ کام انجام پایا تو عام اعتماد کے قابل ہوگا''۔مولانا نے یہ بات زور دے کر کہی کہ''لوگوں کو مطمئن رہنا چاہیے کہ جو کچھ کیا جائے گا پوری ذمہ داری کے ساتھ کیا جائے گا''۔(۴۵)مولانا شبلی نے الندوہ کے شمارہ بابت ستمبر ۱۹۱۰ء کے ادارتی شذرات میں یہ اعلان کیا:

''نہایت مسرت کی بات ہے کہ جناب نواب عماد الملک بہادر قرآن مجید کا جو انگریزی ترجمہ کررہے ہیں اس کے اجزاء انھوں نے ندوہ میں بھیجنے شروع کردیے ہیں۔چنانچہ سورہ بقرہ کا ترجمہ آچکا ہے۔یہ کاغذ کے نصف حصہ پر چھاپا گیا ہے،تا کہ جو لوگ اس پر جہاں کہیں رائے دینا چاہیں اس کے مقابل لکھ دیں''۔(۴۶)

نواب عماد الملک صاحب جس احتیاط اور پابندی کے ساتھ ترجمہ کررہے تھے،اور ترجمہ میں جو خصوصیتیں انھوں نے پیش نظر رکھی تھیں،ان کا اندازہ ان کے ایک خط کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوگا،جس کو میں مولانا شبلی نے اپنے مذکورہ مضمون میں نقل کیا ہے:

''راڈویل(۴۷) کا ترجمہ سب سے بہتر ہے،مگر پھر بھی ایک نصرانی پادری کا ترجمہ ہے۔ میں نے اپنے ترجمے میں چند خصوصیتوں کا التزام کیا ہے،ایک یہ کہ عبارت میں روانی ایسی ہو کہ پڑھنے میں لطف آئے،دوسرے یہ کہ تفسیر کی بو بھی نہ پائی جائے،ترجمہ لفظ بلفظ ہو،تیسرے یہ کہ رشاقت الفاظ وہمواری اصوات کا لحاظ رہے۔گو کہ یہ مد اول سے متعلق ہے،ترجمہ کی حالت یہ ہے کہ جب تک تین، چار،پانچ مرتبہ نظر ثانی نہیں ہوتی،تشفی نہیں ہوتی۔یہ ایک مشہور بات ہے اور ہر شخص کے نزدیک مسلم ہے کہ توراۃ اور انجیل کے قدیم انگریزی ترجمے کے برابر کوئی کتاب بحیثیت ادب وانشا انگریزی زبان میں نہیں ہے۔جہاں تک ممکن ہے اس کی تقلید کی جاتی ہے''۔(۴۸)

الندوہ میں مولانا شبلی کے شائع ہونے والے شذرات سے یہ امر بخوبی عیاں ہوجاتا ہے

کہ نواب عماد الملک کا ترجمہ رائے کے لیے مولوی محمد صالح اور مولوی حمید الدین فراہی کے علاوہ دیگر اہل علم کو بھی بھیجا جاتا تھا۔ نواب عماد الملک کا ترجمہ سورۂ بقرہ جب مولانا حمید الدین فراہی کے پاس بھیجا گیا تو انھوں نے نمونہ کے طور پر صرف سورۂ الحمد کے ترجمہ پر ایک مفصل مدققانہ یادداشت لکھی جس کی اطلاع پاکر انھوں [عماد الملک] نے ایک خط میں مولانا شبلی کو لکھا: ''مولوی حمید الدین صاحب کی تحریر کو میں عزت کی نظر سے دیکھوں گا اور جہاں تک ممکن ہوگا اس کی نظر سے اصلاح کر دوں گا''۔(۴۹) مولوی حمید الدین کی یادداشت نواب عماد الملک کے پاس بھیجی گئی، تو انھوں نے جواب میں لکھا: ''مولوی حمید الدین صاحب کا نوٹ بھی سورۂ الحمد پر ملا۔ میں ان کے نکات کی جہاں تک ممکن ہوگا پابندی کروں گا''۔(۵۰) مولانا شبلی نے اپنے مقالہ (مطبوعہ مسلم گزٹ، ۴ مارچ ۱۹۱۲ء) میں نواب عماد الملک کے ترجمہ کی پیش رفت کے بارے میں بتایا:

''غرض نہایت احتیاط کے ساتھ نواب صاحب موصوف ترجمہ کر رہے ہیں۔ اس دفعہ دربار دہلی [دسمبر ۱۹۱۱ء] کے موقع پر انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ چھ سورتوں یعنی تقریبا نو پاروں کا ترجمہ ہوگیا ہے، ان میں سے پانچ پاروں کا ترجمہ چھپ بھی گیا ہے، اور میرے [عماد الملک] پاس آگیا ہے''۔(۵۱)

مولانا شبلی نے ندوۃ العلماء کے اجلاس لکھنؤ (منعقدہ ۶ تا ۸/ اپریل ۱۹۱۲ء/ ۱۷ تا ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ) میں، جس کا خاص امتیاز علامہ رشید رضا مصری (۱۸۶۵-۱۹۳۵ء) کی شرکت اور صدارت تھی، اجلاس دہلی کے مطابق ترجمہ قرآن سے متعلق رپورٹ پیش کی۔ جس میں ''یہ بتایا کہ نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی، جن سے زیادہ بڑا انگریزی کا کوئی مسلمان ادیب موجود نہیں، قرآن پاک کے ترجمہ میں ہمہ تن مصروف ہیں'' (۵۲) ''اور اس پر نظر ثانی مولوی حمید الدین صاحب فراہی اور مولوی محمد صالح ایم اے کرتے تھے، نواب صاحب نے تقریبا دس پاروں کا انگریزی ترجمہ مکمل کرلیا ہے''۔(۵۳) مولوی فراہی اس وقت تک میور کالج الہ آباد میں تھے اور دار العلوم کے صدر مدرس (پرنسپل) ہوکر حیدرآباد نہیں گئے تھے، اس لیے ظاہر ہے کہ نظر ثانی کا کام ڈاک کے ذریعے انجام پاتا رہا ہوگا۔ ۱۹۱۴ء میں جب علامہ شبلی کی کوششوں اور نواب عماد الملک کے اصرار سے مولوی حمید الدین

صاحب دارالعلوم (حیدرآباد) کے صدر مدرس مقرر ہوکر حیدرآباد پہنچے تو نواب صاحب نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور روزانہ مولوی صاحب کے ساتھ مل کر اپنے انگریزی ترجمہ پر نظر ثانی شروع کی۔(۵۴) ایک مرحلہ پر علامہ شبلی خود بھی نواب عماد الملک کی معاونت کے لیے حیدرآباد گئے۔علامہ شبلی پروفیسر سید نواب علی (۱۸۷۷۔۱۹۶۱ء) کے نام ایک خط (محررہ ۲۵/اگست ۱۹۱۳ء) میں رقم طراز ہیں:

''ادھر عماد الملک بلگرامی نے پندرہ پارے ترجمہ قرآن مجید تیار کر لیے، ان کو مشتبہ اور غیر فیصل شدہ الفاظ کے لیے کوئی صاحب مشورہ نہیں ملتا، کچھ اشارہ ہے کہ چندروز کے لیے حیدرآباد جاؤں ۔۔۔''(۵۵)

مولانا آزاد کے نام ایک خط (محررہ ۱۵/اکتوبر ۱۹۱۳ء) میں لکھا:

''میں چندروز کے لیے حیدرآباد آ گیا،مولوی سید حسین صاحب کا ایما تھا،ترجمہ قرآن مجید کے متعلق مشورے مقصود تھے،پندرہ پارے ہو چکے،روزانہ وہ کام کرتے ہیں۔''(۵۶)

نواب عماد الملک کے مکاتیب بنام شبلی نعمانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ترجمہ میں بڑی احتیاط اور ذمہ دارانہ روش اختیار کی۔ترجمہ کے دوران جب بھی کوئی مشکل پیش آئی تو بڑے تواضع اور انکسار کے ساتھ مولانا شبلی اور دوسرے جید علماء سے مشورہ و راہنمائی کے طالب ہوئے۔انھوں نے خود کو صرف ترجمہ کے کام تک محدود رکھا اور ایسے موضوعات پر قلم اٹھانے سے صاف لفظوں میں معذرت کر دی جو ماہرین قرآنیات کی اقلیم سے تعلق رکھتے تھے۔چنانچہ جب علامہ شبلی نے انھیں ایک خط میں لکھا کہ ترجمہ کے علاوہ آپ کو ایک دیباچہ بھی لکھنا چاہیے،جس میں تفسیر کے اصول اور قرآن مجید کے مہمات مضامین سے بحث ہو، تو اس کے جواب میں انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ''ایک کتاب بطور مقدمہ کے لکھی جائے تو نہایت مناسب ہوگا،لیکن لکھے گا کون؟ میں کبھی اس قسم کی جرأت نہیں کرسکتا''۔(۵۷)

ترجمہ کا یہ کام تمام بھی نہیں ہوا تھا کہ خود علامہ شبلی کی عمر تمام ہوگئی (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ/۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء)۔نواب صاحب نے ۱۶ پاروں (سورہ طہ تک) کا ترجمہ مکمل کیا تھا۔البتہ مولوی حمید الدین

کے اشتراک سے جو اصلاح ونظر ثانی ہوئی تھی وہ تقریبا چار پاروں تک پہنچی تھی۔(۵۸)۱۹۱۹ء میں مولوی فراہی کے حیدرآباد سے اپنے وطن اعظم گڑھ واپس چلے آنے کے بعد نواب صاحب اپنی بیماری اور ضعفِ بصارت کے باعث تنہا اس کام کو آگے نہ بڑھا سکے۔(۵۹) نواب عماد الملک نے ازراہِ احتیاط اپنے مسودہ کی سودوسو کاپیاں طبع کرا کے اور سامنے کا کالم سادہ چھوڑ کر مختلف اہل علم کے پاس مشورہ اور اصلاح کے لیے روانہ کردی تھیں(۶۰)، تاہم وہ نظر ثانی کا کام بھی نہ کرپائے، یہاں تک کہ ۳جون ۱۹۲۶ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔ انوار مارہروی نے اس کام کے تشنۂ تکمیل رہ جانے پر اپنے گہرے تاسف کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

''افسوس کہ ترجمہ مذکور تکمیل کو نہ پہنچ سکا اور سولہ سترہ پاروں پر پہونچ کر کام رک گیا اور نواب صاحب کی خرابی صحت نے اس مقدس خدمت کی تکمیل نہ ہونے دی۔تاہم جو ترجمہ ہو چکا ہے جب کبھی اس کے شائع ہونے کی نوبت آئے گی تو دنیا کو اس ترجمہ کے اعجاز،نواب صاحب کی انگریزی علم ادب کی بلاغت اور فصاحت اور ترجمہ کے ساتھ معانی و مطالب میں کافی طور سے حزم واحتیاط اور تحقیق و تفتیش کے اندازہ کا موقع ملے گا''۔(۶۱)

نواب سید حسین بلگرامی نے زمانہ علالت کے دوران میں نامکمل ترجمہ سید سلیمان ندوی کے حوالے کردیا۔نواب بلگرامی مولانا سید صاحب کے نام ایک خط (محررہ ۲۱مئی ۱۹۲۵ء) میں رقم طراز ہیں:

''اس حقیر نالایق کے ترجمہ کو جناب جس طرح مناسب سمجھیں کام میں لا سکتے ہیں مگر اس قدر باور ہے کہ ترجمہ معرض نظر ثانی میں تھا، جب بعض جسمانی اور روحانی ضرورتوں سے کام بند ہوگیا اور اب تو حالت اور بدتر ہے۔ اعادہ ناممکن ہے، جس قدر اوراق طبع ہو چکے ہیں، وہ جناب والا کے ملاحظہ کے لیے پیش کیے جاتے ہیں، ان کی نظر ثانی کی سخت ضرورت ہے، مگر کیا کیا جائے''۔(۶۲)

نواب عماد الملک کے ترجمہ قرآن کا مسودہ بعد ازاں سید سلیمان ندوی نے مولانا عبدالماجد دریابادی کے سپرد کردیا، جنھوں نے ۱۹۴۳ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کا بیڑا اٹھایا تو اس سے خوب استفادہ کیا۔مولانا ابوالکلام آزاد اس ترجمہ کی اشاعت کو ضروری خیال کرتے تھے، انہوں نے اپنے

بعض احباب کو اسکی اشاعت کی تحریک بھی کی تھی، لیکن ان کی یہ آرزو تشنۂ تکمیل ہی رہی (۶۲ ب)

علامہ شبلی کے مکتوبات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگریزی ترجمہ کے ساتھ ساتھ تفسیری حواشی بھی لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کام کے لیے ان کی نظر انتخاب مولوی حمید الدین پر پڑی تھی۔ حمید الدین فراہی ان کی نظر میں اہل یورپ کے قرآن مجید پر اعتراضات کا جواب دینے کی بہترین صلاحیت رکھتے تھے اور یہ کام "تمام ہندوستان میں کوئی شخص مولوی حمید الدین سے بہتر بلکہ برابر بھی نہیں کرسکتا" تھا۔ (۶۳) مولانا شبلی کا خیال تھا کہ اول حواشی اردو میں تالیف کیے جائیں جن کا بعد میں قابل اعتماد ماہر مترجمین سے انگریزی میں ترجمہ کرلیا جائے۔ علامہ شبلی نے منشی محمد امین (مہتمم صیغۂ تاریخ ریاست بھوپال) کے نام ایک خط (۳۱ دسمبر ۱۹۱۳ء کو) لکھا:

"قرآن مجید کے شبہات کا جواب یورپ کے مقام میں تمام ہندوستان میں کوئی شخص مولوی حمید الدین پروفیسر میور کالج سے بہتر بلکہ برابر بھی نہیں کرسکتا، وہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور علمائے قدیم سے کتابیں ختم کر کے بی اے ہوئے اور ۸ برس سے قرآن مجید کی خدمت کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کے اشکالات پر ان کے چھ رسالے عربی زبان میں شائع ہو چکے ہیں، جس پر علمائے مصر نے حیرت ظاہر کی۔ وہ کالج میں دو سو ماہوار پاتے ہیں، چونکہ یہ مذہبی کام ہے، ممکن ہے وہ اس سے کچھ کم میں راضی ہو جائیں پھر ایک مترجم انگریزی کی ضرورت ہوگی جو عمدہ انگریزی لکھے، اس کا ذمہ آپ لیں یا اشتہار دیں تب یہ کام حسب مراد پورا ہوسکتا ہے اور تمام ملک کو اطمینان ہوسکتا ہے"۔ (۶۴)

منشی محمد امین کے نام ایک خط (محررہ ۲۵ جنوری ۱۹۱۴ء) میں لکھا: "قرآن مجید کے متعلق میں آپ کو لکھ چکا ہوں کہ صرف مولوی حمید الدین اس کام کو اچھی طرح کر سکتے ہیں اور میں ان کو راضی کرسکتا ہوں۔ ترجمہ سیرت اور حواشی قرآن کا اسٹاف یکجا ہو جائے تو دونوں کو مدد ملے گی"۔ (۶۵) تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تفسیری حواشی کے سلسلے میں علامہ شبلی کا منصوبہ عملی شکل نہ اختیار کرسکا۔ مولوی حمید الدین اپنے علمی مشاغل خصوصاً قرآنیات سے متعلق اپنے تحقیقی منصوبوں میں انہماک و استغراق کے سبب اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوسکے۔

مرزا حیرت اور محمد علی لاہوری کے تراجم قرآنی

علامہ سید حسین بلگرامی اور مولوی حمید الدین فراہی کی مساعی ناتمام رہیں۔ دریں اثناء ۱۹۱۶ء میں محمد امراؤ بیگ عرف مرزا حیرت دہلوی (۱۸۶۸ـ۱۹۲۹ء) اور ان کے رفقاء نے عیسائی مشنریوں کی یلغار اور مستشرقین کے ہفوات کے جواب میں ترجمۂ قرآن (۶۶) پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مرزا حیرت کے مرتبہ ترجمے کے دیباچے میں یہ صراحت ہے کہ یہ متعدد اہل علم کی مشترکہ اور اجتماعی کاوش ہے، جس کو حیرت دہلوی نے مرتب اور شائع کیا، تاہم ان کے رفقاء کی کوئی تفصیل درج نہیں۔ عبدالرحیم قدوائی کی رائے میں ''دیباچے میں مستشرقین کی تردید کے جو بلند وبانگ دعوے کئے گئے ہیں یہ تصنیف ان کے حصول میں کامیاب نہیں۔ جس کا بنیادی سبب مؤلفین کی اسلام اور استشراق کی روایت دونوں سے لاعلمی ہے''۔ (۶۷)

مولانا عبدالماجد دریابادی نے مرزا حیرت اور ان کے رفقاء کے اس ترجمے کو ناقص قرار دیا۔ وہ مرزا حیرت کے ترجمہ کے متعلق رقم طراز ہیں:

''صرف ایک ترجمہ اور ہے، جو مرزا حیرت دہلوی کی جانب منسوب ہے۔ خدا معلوم کس کا کیا ہوا ہے۔ ابھی حال ہی میں اسے خرید کر پڑھا۔ زبان کی لغزشوں کے علاوہ ادائے مفہوم میں بھی موٹی غلطیاں ملیں''۔ (۶۸)

مرزا حیرت دہلوی نے اردو میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا، جس کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی نے عدم اطمینان کیا تھا۔ مولانا تھانوی نے مرزا حیرت کے اردو ترجمہ قرآن پر نقد و محاکمہ شائع کیا۔ (۶۹)

مرزا حیرت دہلوی اور ان کے رفقاء کے ترجمہ کی اشاعت (۱۹۱۶ء) کے اگلے ہی سال [۱۹۱۷ء] مولوی محمد علی لاہوری (۱۸۷۴ـ۱۹۵۱ء)، امیر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور، تا سیس ۳ مئی ۱۹۱۴ء)، کا انگریزی ترجمۂ قرآن حواشی نہایت عمدہ کاغذ پر دیدہ زیب جلد کے ساتھ چھپ کر منظر عام پر آیا (۷۰)، جس نے طباعت واشاعت کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کیا۔ قرآن حکیم کے انگریزی میں

ترجمے کے ساتھ تفسیری حواشی کے سلسلے میں شرفِ اولیت مولوی محمد علی کو ہی ہے۔محمد علی لاہوری نے اس ترجمہ و تفسیر قرآن میں "ترجمے کے ساتھ کلام مجید کی مختلف سورتوں کی تقسیم و ترتیب کر کے اور ان کے مضامین کا خلاصہ دے کر مطالبِ قرآنی کو واضح کیا ہے، اور کوشش کی ہے کہ صرف الفاظ ہی پر توجہ نہ رہے بلکہ کلام مجید کے ارشادات اور خیالات بھی وضاحت سے ذہن نشین ہو جائیں"۔(۷۱)

محمد علی لاہوری کے ترجمۂ و تفسیر کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور جدید تعلیم یافتہ طبقے نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔اس ترجمے کی مقبولیت کا اعتراف اس کے ناقدین نے بھی کیا ہے۔اس ترجمۂ و تفسیر کی، مترجم کے ہم نام محمد علی جوہر (م ۱۴ شعبان ۱۳۴۹ھ/۴ جنوری ۱۹۳۱ء) اور عبدالماجد دریا آبادی جیسے اہل فکر و نظر نے بھی دل کھول کر تحسین کی۔ مولانا عبدالماجد کے بقول "مولانا محمد علی (مدیر کامریڈ و ہمدرد) تو اس سے بہت متاثر تھے اور اس کی تعریف ہی کیا کرتے تھے"۔(۷۲) محمد علی جوہر نے اس ترجمہ کی اشاعت پر اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا تھا کہ اہل مغرب کے سامنے قرآن حکیم کے پیغام کو پیش کرنے اور خود جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لیے ایک مؤثر وسیلہ میسر آ گیا ہے۔(۷۳)

مترجم و مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا بادی تو ایک زمانے تک محمد علی لاہوری کے ترجمے سے بڑے متاثر ہوئے اور اس کی تحسین میں رطب اللسان رہے۔مولانا عبدالماجد اپنی خودنوشت اس ترجمے کی نسبت لکھتے ہیں:

"غالباً اگست ۱۹۲۰ء تھا کہ ایک عزیز کے پاس مولوی محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمۃ القرآن پڑھنے میں آیا اور طبیعت نے اس سے بھی بہت گہرا اور اچھا اثر قبول کیا۔مغربی راہ سے آئے ہوئے بیسیوں شبہات و اعتراضات اس ترجمہ و تفسیر سے دور ہو گئے اور یہ رائے اب تک قائم ہے۔اس بیس سال کے عرصے میں خامیاں اور غلطیاں بہت سی (بلکہ بعض جگہ تو ایسی جسارتیں جن کے ڈانڈے تحریف سے مل جاتے ہیں) اس ترجمہ و تفسیر کی علم میں آ چکیں، لیکن انگریزی خوانوں اور مغرب زدوں کے حق میں اس کے مفید اور بہت مفید ہونے میں ذرا بھی کلام نہیں۔ہدایت کا واسطہ جب اللہ کی حکمت صریح غیر

مسلموں کے کلام کو بنا دیتی ہے، تو یہ تو بہر حال اللہ کے کلام کا ترجمہ وحاشیہ ہے۔مترجم کی بعض اعتقادی غلطیوں کی بنا پر ان کی ساری کوششوں سے بدظن ہو جانا قرینِ انصاف ومقتضائے تحقیق نہیں''۔(۷۴)

محمد علی لاہوری کے ترجمہ تفسیر قرآن کو، جس میں قادیانی عقائد کی ترجمانی کی گئی تھی اور احکام ومسائل کی معذرت خواہانہ جبکہ آیاتِ معجزات کی معتزلانہ تاویل کی گئی تھی، راسخ العقیدہ علماء کے ہاں قبولیت حاصل نہ ہوسکی۔علماء کو اس ترجمہ وتفسیر کے بارے میں بڑے شدید نوعیت کے تحفظات تھے۔وہ اسے قادیانی عقائد ونظریات کے اشاعت وپھیلاؤ کا ایک مؤثر وطاقتور ذریعہ گردانتے تھے اور اس کو جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے عقیدہ و مذہب کے لیے سخت مضرت رساں خیال کرتے تھے۔(۷۵) جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اس ترجمہ وتفسیر کی مقبولیت کو دیکھ کر علماء کے ہاں ایک مستند انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن، جس میں اہلِ سنت کے مسلک کی ترجمانی کی گئی ہو، نیز قادیانی اور دیگر منحرف گروہوں کے عقائد ونظریات کا نقد ومحاسبہ کیا گیا ہو، کی ضرورت کا احساس مزید ترقی کر گیا۔

تحریک خلافت کے عین عروج کے دنوں میں، خصوصاً ۱۹۲۱ء سے، جب شدھی تحریک نے زور پکڑا تو اس کے زیر اثر بڑی تعداد میں نومسلم (خصوصاً ملکانہ راجپوت قبائل) مائل بہ ارتداد ہوئے۔(۷۶) اس کے جواب میں علماء نومسلموں میں دعوت وتبلیغ کی طرف متوجہ ہوئے۔(۷۷)

انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن: جمعیۃ العلماء ہند کی تجاویز

فتنۂ ارتداد کی روک تھام کے لیے جمعیۃ العلماء ہند نے بھی تبلیغی مساعی میں بھرپور حصہ لیا۔ اس نے آگرہ اور دوسرے علاقوں میں تبلیغی دفتر کھولے اور مختلف علاقوں کی طرف تبلیغی وفود روانہ کیے۔(۷۸) جمعیۃ نے نومسلموں میں دعوت وتبلیغ کی غرض سے مختلف زبانوں میں اسلام کے عقائد و تعلیمات سے متعلق آسان فہم کتب ورسائل کے علاوہ قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر کی اشاعت کو ضروری قرار دیا۔ جمعیۃ نے اپنے اجلاس ہفتم، کلکتہ، ۱۱ تا ۱۴ مارچ ۱۹۲۶ء/ ۲۵ تا ۲۸ شعبان ۱۳۴۴ء، زیر صدارت سید سلیمان ندوی، انگریزی میں ایک مستند ترجمہ قرآن کے سلسلے میں یہ تجویز منظور کی:

''اس روز افزوں ضرورت کو مدِنظر رکھتے ہوئے جو انگریزی اور دیگر زبانوں میں قرآن مجید

کے ترجمہ اور ایسے تفسیری فوائد کی اشاعت کے متعلق ملک میں محسوس ہو رہی ہے، جو عام فہم ہونے کے علاوہ تمام دیگر مذاہب کے اعتراضات اور شبہات کے رفع کرنے کے لیے کافی ہو، جمعیۃ العلماء [ہند] نے اپنے سابقہ جلسوں میں اس کام کے انصرام کے متعلق ایک تجویز منظور کی تھی۔ مگر اب تک مالی صعوبت کی وجہ سے اس پر عمل نہ ہو سکا۔ جمعیۃ کے خیال میں اردو ترجمہ اور تفسیری فوائد تیار کرانے اور پھر مختلف زبانوں میں ترجمہ کرانے اور پھر شائع کرنے کے مبادیات کے لیے کم از کم ایک لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ جمعیۃ العلماء اس ضروری اور عظیم الشان اسلامی خدمت کے انصرام کو نہایت ضروری سمجھتی ہے اور مخلص دردمند مسلمانوں کو توجہ دلاتی ہے کہ وہ نہایت سرگرمی کے ساتھ اس کام میں جمعیۃ کا ہاتھ بٹائیں اور جلد از جلد رقم مذکورہ فراہم کر دیں۔ جمعیۃ العلماء کا یہ اجلاس صدر و ناظم جمعیۃ کو اختیار دیتا ہے کہ جب مالی حالت اجازت دے تو وہ مجلس عاملہ کا جلسہ طلب کریں اور اس کی رائے اور صواب دید کے ساتھ معتمد و مستند علماء کی نگرانی میں ترجمہ و تفسیری فوائد تیار کرا کے طباعت کی کارروائی شروع کر دیں۔ تفسیری فوائد کا کام مولانا شبیر احمد صاحب [عثمانی] کے سپرد کیا جاتا ہے۔ مولانا موصوف کی علامہ سید سلیمان صاحب اعانت کریں گے۔"۔(۷۹)

جمعیۃ العلماء ہند کو اپنی اس تجویز پر عمل درآمد کے سلسلہ میں شدید مشکلات کا سامنا رہا۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی، مدیر الجمعیۃ (جمعیۃ العلماء ہند کا ترجمان اخبار) نے "جمعیۃ علمائے ہند کا آیندہ کام" کے عنوان سے ایک اداریے (۲۶ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ/۲۲ نومبر ۱۹۲۷ء) میں لکھا:

"قرآنی تعلیمات کی اشاعت: ایک دوسری ضرورت جس کی طرف توجہ کرنا ہے، قرآن مجید کی تعلیمات اور اسلام کے عقائد کو ان کی اصلی روشنی میں پیش کرنا ہے۔ اس وقت فتنہ ارتداد اور شدھی و سنگھٹن کے فتنوں سے بڑا اور بدرجہا زیادہ خطرناک فتنہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں عام طور پر ملحدانہ خیالات پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔ اس کے لیے کلکتہ کے اجلاس میں جمعیۃ علماء نے ایک تجویز پاس کی تھی جس کا مقصد اردو اور انگریزی زبانوں میں قرآن مجید کی تفسیر تیار کرنا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ پیہم اپیلوں کے باوجود مسلمانوں نے اس نہایت مفید اور ضروری اسکیم کی طرف توجہ نہیں کی اور نہیں کہا جا سکتا کہ کب تک ان کی یہ بے اعتنائی ختم ہوگی"۔(۸۰)

کلکتہ اجلاس کے ایک سال بعد جمعیۃ العلماء ہند نے اپنے اجلاس ہشتم، پشاور،۲ تا ۴ دسمبر ۱۹۲۷ء/ ۶ تا ۸ جمادی الآخر ۱۳۴۶ھ، زیر صدارت مولانا سید محمد انور شاہ، دوسری بار اسی مضمون کی تجویز منظور کی:

''جمعیۃ العلماء ہند کے اس اجلاس کی رائے میں ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمی تبلیغ کے لیے دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے صحیح و مستند ترجمے شائع کیے جائیں تا کہ الحاد و زندقہ کے دور میں لوگ اس آسمانی روشنی سے مستفید ہوں۔ سب سے زیادہ ضرورت انگریزی ترجمہ کی ہے جو مسلمان انگریزی خواں نوجوانوں کی تعلیم و تصحیح خیال کے لیے بے حد ضروری ہے۔ جمعیۃ اس مہتم بالشان کام کو پوری مستعدی کے ساتھ انجام دینے کے لیے تیار ہے اور کلکتہ کے اجلاس میں اپنے اس ارادے کا اظہار کر چکی ہے مگر اس عظیم الشان کام کے لیے بڑے سرمائے کی ضرورت ہے۔ اگر مسلمان اس نہایت ضروری کام اور اعلیٰ دینی خدمت کے لیے توجہ کریں تو جمعیۃ اس کام کو کرنے کے لیے تیار ہے''۔(۸۱)

جمعیۃ العلماء ہند کے کلکتہ اجلاس کی تجویز کے مطابق مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۹۴۹ء) نے تفسیری فوائد و حواشی کا کام پوری سعی و محنت سے ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ تک مکمل کر لیا، جس کا پارہ عم مولانا محمود حسن دیوبندی (۱۸۵۰۔۱۹۲۰ء) کے ترجمہ قرآن کے ساتھ مدینہ پریس بجنور سے ۱۹۳۴ء جبکہ مکمل ترجمہ و تفسیر ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء (مدینہ پریس بجنور، بار اول) میں شائع ہوئے۔ چند سال بعد ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ کو مولانا عثمانی کی تفسیر کا فارسی ترجمہ حکومتِ افغانستان کی طرف سے تین جلدوں میں شائع ہوا(۱۹۴۷۔۱۹۵۱ء)(۸۲) لیکن جمعیۃ کی تجویز کے مطابق اسے انگریزی اور ہندوستانی زبانوں میں منتقل نہ کیا جا سکا۔

ایک مستند انگریزی ترجمہ قرآن کی عدم موجودگی میں جدید تعلیم یافتہ اہل علم و فکر کو انگریزی میں اسلامی موضوعات پر تصنیف و تالیف کے سلسلے میں آیاتِ قرآنی کے ترجمہ کے سلسلے میں متعصب مسیحی مستشرقین کے تراجم قرآنی سے رجوع کرنا پڑتا تھا۔ اور تو اور علامہ محمد اقبال کو بھی اپنی انگریزی تحریروں میں قرآنی آیات کے ترجمہ کے لیے غیر مسلم مترجمین کے ترجمہ پر انحصار کرنا پڑا۔ چنانچہ انھوں

نے فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو پر اپنے انگریزی خطبات میں محولہ آیات قرآنی کا جو ترجمہ درج کیا ہے وہ جے ایم راڈویل (J. M. Rodwell) کے ترجمۂ قرآن سے لیا گیا ہے۔(۸۳)

اس پس منظر میں معروف برطانوی نومسلم فاضل محمد مارماڈیوک پکتھال (۱۸۷۵۔۱۹۳۶ء، قبول اسلام اکتوبر ۱۹۱۷ء) نے ۱۹۲۰ء کی دہائی میں انگریزی میں ترجمہ قرآن کا بیڑا اٹھایا۔ مارماڈیوک پکتھال غیر مسلم مغربی فضلا کے تراجم قرآن کو قرآن فہمی کے لیے بالکل قابلِ اعتنا نہ گردانتے تھے۔ وہ ہندوستانی مترجمین (عبدالحکیم خان پٹیالوی، مرزا ابوالفضل اور مولانا محمد علی لاہوری) کے تراجم کو بھی ناقص (خصوصاً زبان و بیان کے اعتبار سے) اور دعوت و تبلیغ کی غرض سے ناکافی خیال کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ترجمے کا آغاز ہندوستان آمد سے قبل ووکنگ (Surrey) کی مسجد میں امامت و خطابت کی ضرورت سے قرآن حکیم کی منتخب آیات سے کیا لیکن بعد ازاں مکمل ترجمے کا عزم کر لیا(۸۴)۔ انھوں نے دولتِ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ملازمت سے منسلک ہونے (۱۹۲۵ء) سے پہلے انگریزی میں قرآن مجید کے تقریباً ایک ثلث کا ترجمہ کر دیا تھا۔ قیام حیدرآباد کے دوران میں انگلش ہائی اسکول کے انتظام و انصرام، درس و تدریس اور مجلّہ اسلامک کلچر کی ادارت اور اس کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کا کام بھی جاری رکھا۔ سید سلیمان ندوی نے اسی زمانے میں پکتھال سے ہونے والی ایک ملاقات کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اسی زمانہ میں قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ شروع کیا، غالباً ۱۹۲۷ء میں مدراس میں جب ان سے ملاقات ہوئی تو اپنے انگریزی ترجمہ کا ذکر کیا، اور سورۂ مریم کا ترجمہ دیکھنے کو دیا۔ وہ کہتے تھے کہ مولوی محمد علی لاہوری کے غلط سلط ترجمہ کو انگریزوں کے ہاتھوں میں دیکھ کر شرماتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ اس کا ایک آتشیں ترجمہ کروں جو دلوں کو گرما دے''۔(۸۵)

ترجمۂ قرآن میں پکتھال کے اشتغال کو دیکھ کر نظام نے انھیں دو سال کی سرکاری خرچ پر رخصت عنایت کی (اکتوبر ۱۹۲۹ء) تا کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ ترجمہ مکمل ہونے پر پکتھال مسودہ لے کر قاہرہ چلے گئے تین ماہ قیام کر کے وہاں کے ممتاز علماء خصوصاً احمد

بے الغمر اوی اور شیخ الازہر علامہ مصطفیٰ المراغی (۱۸۸۱۔۱۹۴۵ء) سے مشاورت سے اس پر مکمل طور پر نظر ثانی کی۔ پکتھال کا ترجمہ (بغیر متن قرآن کے) ۱۹۳۰ء میں The Meaning of the Glorious Qur'an کے نام سے لندن اور نیویارک سے چھپ کر منظر عام پر آیا، جبکہ ۱۹۳۸ء میں مملکتِ حیدر آباد کی طرف سے ترجمہ مع عربی متن کے شائع ہوا (گورنمنٹ سنٹرل پریس، ۱۹۳۸ء)۔(۸۶) پکتھال کے ترجمے کی زبان بہت پر شکوہ تھی، چنانچہ اسے بہت سراہا گیا۔(۸۷) البتہ اس میں تفسیری حواشی کی کمی کو شدت سے محسوس کیا گیا۔(۸۸)

پکتھال کے ترجمہ کی اشاعت کے باوجود دعوت وتبلیغ کے مقاصد سے انگریزی اور دیگر زبانوں میں ایک صحیح اور مستند ترجمۂ وتفسیر قرآن کے لیے صدائیں برابر بلند ہوتی رہیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد، دعوت وتبلیغ دین کی غرض سے ہندوستانی اور یورپی زبانوں میں ترجمۂ قرآن کو نہایت اہم خیال کرتے تھے، جمعیۃ تبلیغ اہلِ حدیث کلکتہ کے سالانہ اجتماع (۱۹۴۴ء) سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اس سے زیادہ شرم کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کا خواب دیکھ رہے ہیں، اپنی ہمسایہ قوم کو اب تک نہیں سمجھا سکے۔ پھر یہ کس درجہ شرمناک ہے کہ تم سے اب تک اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے اللہ کے پیغام کو، دینِ فطرت کی تعلیم کو دنیا کی سب زبانوں میں نہ سہی کم از کم ملک کی زبان میں اہلِ ملک تک پہنچا سکو۔ بتاؤ تو تم نے انگریزی میں، ہندی میں، بنگالی میں، گجراتی میں، تلگو میں، پنجابی میں یا ملک کی اور زبانوں میں کون سا مستند ترجمۂ قرآن ملک اور اہلِ ملک کے سامنے پیش کیا ہے''۔(۸۹)

سید سلیمان ندوی کے مکاتیب بنام عبد الماجد دریابادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں شملہ میں بعض مخلص انگریزی دان مسلمانوں نے مجلس قرآنی کے نام سے ایک انجمن قائم کی، جس نے ہمت کر کے اہلِ سنت کے عقائد ومسلک کے مطابق ترجمۂ قرآن کا آغاز کیا اور ترجمہ قرآن مع حواشی پارۂ اول شائع کر دیا۔(۹۰) ترجمے کا نمونہ سید سلیمان کو بھی رائے کے لیے بھیجا گیا تھا، البتہ جلد ہی یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔ سید صاحب اپنے ایک خط بنام عبد الماجد کے نام لکھتے ہیں:

’’شملہ سے بھی ایک اہل سنت کے ترجمہ کا اہتمام ہو رہا ہے۔ کچھ نمونہ آیا ہے، بس نمونہ ہی کے چند صفحے نقل کر رہ گئے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کا سکریٹریٹ گرمیوں بھر شملہ میں رہتا تھا۔ اسی حلقہ میں بعض مخلص مسلمانوں کے دل میں انگریزی ترجمۂ قرآن کی تحریک پیدا ہوئی تھی‘‘۔ (۹۱)

عبدالماجد دریابادی نے مجلس قرآنی کے زیر اہتمام شائع ہونے والے مذکورہ انگریزی ترجمۂ قرآن مع حواشی پر اپنے تبصرے میں لکھا (مولانا اشرف علی تھانوی کے نام ایک خط میں):

’’مخبر سے تو بڑی خوشی ہوئی تھی مگر پڑھ کر مایوسی ہوئی۔ حسنِ نیت کا اجر جتنا بھی کما لیں، باقی کام، کام کی حیثیت سے بہت پست ہوا ہے۔ ایک تو انگریزی غلط سلط، دوسرے خود قرآن سمجھنے میں ترکیب نحوی نہ سمجھنے سے بڑی غلطیاں کی ہیں، تیسرے حواشی میں مخاطبین کے مذاق کا ذرا بھی لحاظ نہیں رکھا ہے۔ فرطِ عقیدت سے کام لے کر رطب و یابس سب ہی کچھ نقل کر دیا ہے۔ مولوی محمد علی لاہوری کے برعکس (یہ سر سید سے بھی بڑھ کر اس فن کے ماہر ہیں کہ مسئلہ بجائے خود کیسا ہی کمزور ہو لیکن بیان اس انداز سے کریں گے کہ انگریزی خوانوں کے دل میں اتر جائے) یہ مترجم حضرات قصص الانبیاء کی روایتیں نقل کرتے چلے گئے ہیں‘‘۔ (۹۲)

اس غلط سلط ترجمے اور غیر مستند تفسیری روایات و اسرائیلیات پر مشتمل تفسیری حواشی کو علماء نے جدید تعلیم یافتہ طبقے کے حق میں مضرت رساں خیال کیا۔ انھوں نے اس کی اشاعت پر مسرت واطمینان کے بجائے اپنے گہرے قلق کا اظہار کیا اور اس کام کے موقوف کرانے کا مشورہ دیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی کو عبدالماجد کے ایک خط کے ذریعے سے اس ترجمہ و تفسیر کے نقائص کی اشاعت اور اس کے نقائص کا علم ہوا تو انھوں نے عبدالماجد کو لکھا: ’’افسوس ہوا۔ اگر نرم شفقت کے لہجہ میں ان کو ایک خط لکھ دیا جائے تو شاید اصلاح ہو جائے‘‘۔ (۹۳)

اختتامیہ

برطانوی ہند میں ملت اسلامیہ کو اپنے دین و عقیدہ کی حفاظت و صیانت کا جو کٹھن چیلنج درپیش رہا اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے علماء نے جدید اسالیب دعوت، خصوصاً انگریزی اور ہندوستان کی

علاقائی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر کی اشاعت کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ اہل نظر علماء کے ہاں عربی واسلامی علوم سے بے بہرہ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو دین سے آگاہی کے علاوہ غیر مسلموں میں دعوت دین دونوں کے لیے انگریزی میں قرآن حکیم کے ترجمہ وتفسیر کی اشاعت کو سب سے طاقتور اور موثر وسیلہ تسلیم کیا گیا۔ تاہم ان کی رائے میں غیر مسلم مغربی مستشرقین اور برعظیم پاک وہند کے منحرفین (قادیانی گروہ) کے تراجم ہرگز طور پر دینی ودعوتی اغراض سے میل نہ کھاتے تھے۔ علماء کی نظر میں اسلامی علوم میں رسوخ نہ رکھنے والے مسلمان مترجمین (مرزا حیرت وغیرہ) کے تراجم قرآن دینی ودعوتی ضروریات کے لیے ناکافی ہی نہیں بلکہ ان کے حق میں مضرت رساں تھے۔ چنانچہ ان کے نزدیک جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں قرآن کے پیغام کی تبلیغ واشاعت کے لیے ایک مستند اور قابل اعتبار ترجمہُ وتفسیر قرآن ایک ناگزیر دینی ضرورت کا درجہ رکھتا تھا۔ اسی ضرورت کے عمیق شعور کے تحت اولا علامہ شبلی نعمانی اور ثانیا جمعیۃ العلماء ہند اس اہم دینی ضرورت کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ گو علامہ شبلی اور ان کے رفقاء ومعاونین کی مساعی ناتمام رہیں لیکن اس نے بعض میں آنے والے مترجموں اور مفسروں خصوصا مولانا عبدالماجد دریابادی کے لیے راستہ ہموار کر دیا۔ نواب عمادالملک سید حسین بلگرامی کا نامکمل ترجمہ قرآن عبدالماجد دریابادی کے لیے نشانِ راہ کا کام دیتا رہا۔ (۹۴)

☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

(۱) علماء اوران کے مذہبی طرزِ فکر نیز قدیم روایتی نظامِ تعلیم کے بارے میں سرسید احمد خان کے خیالات کے لیے دیکھیے: ضیاءالدین لاہوری (مرتب)، نقشِ سر سید: سر سید کے سیرت و افکار کا تنقیدی جائزہ (لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص ۲۲۔۵۴؛ شیخ محمد اکرام، موج کوثر (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۷ء)، ص ۸۶۔۸۷، ۹۰۔۹۴۔

(۲) سید عبداللہ، ''شبلی کے تصنیفی کام کی مجموعی قدر و قیمت''، مشمولہ خان عبیداللہ خان (مرتب)، مقالات یوم شبلی (مرتب: خان عبیداللہ خان) (لاہور: اردو مرکز، ۱۹۶۱ء)، ص ۱۔۴۔

(۳) سرسید کے طرزِ فکر کے علی گڑھ میں زیرِ تعلیم نوجوان نسل پر مرتب ہونے والے اثرات کے جائزہ کے لیے ملاحظہ ہو: سید ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۱ء)، ص ۱۰۱۱۔۱۰۴؛ سید عبداللہ، ''شبلی کے تصنیفی کام کی مجموعی قدر و قیمت''، ص ۱تا۴؛ شیخ عطاءاللہ، ''شبلی: مفکر و مبلغ''، مشمولہ مقالات یوم شبلی، ص ۲۲۴؛ وہی مصنف، ''شبلی اور سیرۃ النبی''، مقالات یوم شبلی، ۲۲۶تا۲۴۷۔

(۴) شیخ عطاءاللہ، ''شبلی: مفکر و مبلغ''، ص ۲۲۴۔

(۵) تفصیل کے لیے دیکھیے:

A. J. Arberry, *The Koran Interpreted* (New York: Macmillan, 1955), "Preface", pp. 7-23; Muhammad Khalifa, *The Sublime Qur'an and Orientalism* (London / New York: 1983), Chapter 5: "English Translations of the Qur'an", pp. 64-79; F. V. Greifenhagen, "Traduttore Traditore: An Analysis of the History of English Translations of the Qur'an", *Islam and Christian-Muslim Relations,* vol. 3, no. 2 (1992), pp. 277-289.

(۶) سیرۃ النبی پر سر ولیم میور کی یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں ۱۸۵۸۔۱۸۶۱ء کے دوران میں لندن سے شائع ہوئی۔ اس کا ملخص ایڈیشن The Life of Mohammad from Original Sources کے نام

سے ۱۹۲۳ء میں ایڈنبرا سے شائع ہوا۔

(۷) **سرسید احمد خان**، مقالات سر سید، حصہ یازدہم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے متعلق بارہ ۱۲ تحقیقی اور تنقیدی مقالات (مرتب: مولانا محمد اسمٰعیل پانی پتی) (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۹۴ء)، ''تمہید''، ص ۲۶ تا ۲۷۔ مزید دیکھیے: الطاف حسین حالی، حیات جاوید (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو، ۲۰۰۴ء)، ص ۲۲۴۔

(۸) **سرسید احمد خان**، مسافرانِ لندن (مرتب: شیخ محمد اسماعیل پانی پتی) (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۲۰۰۹ء/۱۴۳۰ھ)، ص ۱۸۸؛ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی (مرتب)، مکتوبات سر سید (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۷۶ء)، جلد ۱، ص ۴۲۵۔

(۹) **حالی**، حیاتِ جاوید، ص ۱۲۰؛ **سرسید احمد خان**، مسافران لندن، ص ۱۷۲۔

(۱۰) تفصیل کے لیے دیکھیے: **سرسید احمد خان**، مسافران لندن، ص ۱۸۷، ۱۸۹، ۲۰۳، ۲۰۶۔۲۱۲۔ سر سید احمد خان نے لندن کے دورانِ قیام سر ولیم میور (۱۸۱۹ء۔۱۹۰۵ء) کی کتاب Life of Mahomet (چار جلدیں ۱۸۵۵۔۱۸۶۱ء) کی تردید میں بارہ مقالے تحریر کیے جو انگریزی زبان میں ترجمہ کرا کے ۱۸۷۰ء میں

A Series of Essays on the Life of Mohammed, and Subjects Subsidiary thereto

کے نام سے لندن سے شائع کیے۔ اردو مسودے کو انگریزی ایڈیشن کے سترہ سال بعد ۱۸۸۷ء میں خطباتِ احمدیہ کے نام سے شائع کیا۔

(۱۱) **سید ابوالحسن علی ندوی**، اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۹۴ء)، ص ۲۳ تا ۳۳۔ مزید دیکھیے:

James Thayer Addison, "The Ahmadiya Movement and its Western Propaganda", *Harvard Theological Review*, vol. XXII, no. 1 (Jan. 1929), pp. 1-32, esp. 13-19, 23-30.

(۱۲) **عبدالحکیم چیالوی کے ترجمہ کے جائزہ کے لیے دیکھیے: عبدالرحیم قدوائی، ''برصغیر پاک و ہند میں قرآن مجید کے انگریزی تراجم وتفاسیر''، علوم القرآن (علی گڑھ)، جلد ۲۵، شمارہ ۲ (جولائی تا دسمبر ۲۰۱۰ء/رجب**

المرجب ۱۴۳۱۔محرم الحرام ۱۴۳۲ھ)، ص ۵۰ تا ۵۱ ۔مزید دیکھیے:

Abdur Raheem Kidwai, "Mohammad Abdul Hakim Khan's "The Holy Quran (1905)": The First Muslim or the First Qadyani English Translation?", *Insights* (Islamabad), vol. 2, no. 1 (1430/2009), pp. 57-74.

(۱۳) عبدالحکیم خان کے اعتقادات نیز ان کی قرآنی تالیفات کے جائزہ کے لیے دیکھیے عبدالماجد دریا بادی، ''قرآن مجید کے انگریزی ترجمے''، بینات (کراچی)، جلد۴، شمارہ۳ (اگست ۱۹۶۴ء/ربیع الاول ۱۳۸۴ھ)، ص ۱۳۶؛ مولانا عبدالماجد دریابادی، اسلام، مسلمان اور جدید تہذیب: ایک مطالعہ، ایک جائزہ (مرتبہ محمد موسیٰ بھٹو) (حیدرآباد: سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، ۲۰۰۴ء)، ص ۵۴۔ مزید دیکھیے:

Mofakhkhar Hussain Khan, *The Holy Qur'an in South Asia* (Dhaka: Bibi Akhtar Prakasani, 2001), pp. 274-276, 287.

(۱۴) Dr. Abdul Hakeem Khan, *The Prophet and Islam or The Mirror of Islam* (Patiala: Rajinder Press, 1916).

(۱۵) تفصیل کے لیے دیکھیے: بہاؤالدین، تحریک ختم نبوت (لاہور: مکتبۂ قدوسیہ، ۲۰۰۲ء)، جلد۲، ص ۵۱۔۵۴، وجلد۱۰، ص ۴۷۶۔۵۰۷؛ مولانا تاج محمد، ''مرزا قادیانی اپنے جلیل القدر ''مرید'' کی نظر میں''، مشمولہ محمد متین خالد (مرتب)، قادیانیت سے اسلام تک (لاہور: علم وعرفان پبلشرز، ۲۰۰۴ء)، ص ۴۱۱۔۴۱۹/ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ۱۹۹۸ء)، ص ۳۴۳۔۳۴۵؛ محمد متین خالد، ثبوت حاضر ہیں (لاہور: علم وعرفان پبلشرز، ۲۰۱۱ء)، جلد۳، ص ۲۲۳۔۲۲۴۔

(۱۶) انیسویں صدی میں مغربی (خصوصاً جرمن وبرطانوی) مستشرقوں نے، جو قرآن حکیم کو الہامی صحیفہ نہیں بلکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تصنیف گردانتے تھے، پیغمبر اسلام کی شخصیت وتعلیمات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''ذہنی وفکری ارتقاء'' کے ''تحلیل وتجزیہ'' کے لیے قرآن حکیم کی سورتوں کی زمانۂ نزول کے اعتبار سے ترتیب وتدوین کو بڑا اہم خیال کیا۔ مستشرقوں کے اس گروہ نے قرآن حکیم کی سورتوں کے زمانۂ نزول کو متعین

کرنے کی کوشش کی۔ اس مہم جوئی کا آغاز جرمن مستشرق Gustav Weil (۱۸۰۸۔۱۸۸۹ء) نے کیا۔ اس نے اولاً پیغمبر اسلام کی سوانح عمری Mohammed der Prophet اور بعدازاں قرآن حکیم کے متن کی تنقید پر اپنی تصنیف Historisch-kritische Einleitung in den Koran (طبع ۱۸۴۴ء) میں قدرے تفصیل کے ساتھ اس پر طبع آزمائی کی۔ گستاف ویئل کے بعد متعدد دوسرے مستشرقوں جن میں تھیوڈور نولدیکے (۱۸۳۶۔۱۹۳۰ء)، سر ولیم میور (۱۸۱۹۔۱۹۰۵ء)، ہیوبرٹ گریمی (۱۸۶۴۔۱۹۴۲ء)، ریورنڈ کینن سیل (۱۸۶۹۔۱۹۳۲ء) اور رچرڈ بیل (۱۸۷۶۔۱۹۵۲ء) وغیرہ نے قرآن حکیم کے متن کو تحقیق وتنقید کا موضوع بنایا اور زمانۂ نزول کے اعتبار سے قرآنی سورتوں کی ایک نئی ترتیب متعین کرنے کی کوشش کی۔ دیکھیے:

W. Montgomery Watt, *Bell's Introduction to the Qur'an* (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1977), 109-120,174-177.۔

تاہم خود مستشرقوں کے ہاں سب سے زیادہ بار نولدیکے کی تصنیف کو حاصل ہوا۔ بقول ڈاکٹر محمد حمیداللہ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے موضوع سے متعلق معلومات کا خزانہ ہے اور ہر تحقیق کرنے والے کو اس کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے''۔ دیکھیے: محمد حمیداللہ، ''قرآن سے متعلق جرمنوں کی خدمات'' (مترجمہ: عمادالحسن آزاد فاروقی)، جامعہ (نئی دہلی)، جلد ۵۷، شمارہ ۳ (مارچ ۱۹۶۸ء)، ص ۱۴۴۔ قرآن حکیم کے متن اور بالخصوص اس کی سورتوں کی ترتیب نزولی کے بارے میں تھیوڈور نولدیکے اور دیگر مستشرقوں کے قیاسات وآرا کے بارے میں ملاحظہ ہو: سید نواب علی، تاریخ صحف سماوی (کراچی: مکتبۂ افکار، ۱۹۶۳ء)، ص ۲۵۶۔۲۶۷؛ محمد اویس ندوی نگرامی، ''مستشرق نولدیکی اور قرآن''، معارف (اعظم گڑھ)، جلد ۱۳۷، شمارہ ۱ (جنوری ۱۹۸۶ء)، ص ۵۔۱۲؛ دوست محمد خان، ''تاریخ قرآن اور مستشرقین: علمی وتنقیدی جائزہ''، الاضواء (لاہور)، جلد ۲۷، شمارہ ۳۷ (۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء)، ص ۲۳۔۴۸ مزید دیکھیے:

Emmanuelle Stefanidis, "The Qur'an Made Linear: A Study of the *Geschichte des Qorans*' Chronological Reordering", *Journal of Qur'anic*

Studies, vol. X,no. 2 (2008), pp. 1-22; Ibn Warraq and Timothy J. Madigan, "Theodor Noldeke: Father of Qur'anic Criticism", *Free Inquiry*, vol. 22, no. 2 (Spring 2002); M. Montgomery Watt, "Dating of the Qur'an: a Review of Richard Bell's Theories", *Journal of the Royal Asiatic Society* (New Series), vol. 89, nos. 1-2, (April 1957), pp. 46-56.

(۱۷) دیکھیے: عبدالرحیم قدوائی، ''برصغیر ہندو پاک میں قرآن مجید کے انگریزی تراجم وتفاسیر''، ص ۳۵۔۳۶؛ عبدالماجد دریابادی، ''قرآن مجید کے انگریزی تراجم''، بینات (کراچی)، ص ۲۷۔مزید دیکھیے:

A. R. Kidwai, *Bibliography of the Translations of the Meanings of the Glorious Qur'an into English, 1649-2002 : A Critical Study* (Al-Madinah: King Fahd Qur'an Printing Press, 1428/2007), pp. 185-187.

(۱۸) دیکھیے: S. M. Zwemer, "Review on Abul Fadl's English Translation of the Quran", *Moslem World*, 2:1 (January 1912), pp. 82-83.

مرزا ابوالفضل نے قرآن حکیم کا اردو میں بھی ترجمہ کیا تھا جو اردو ترجمۂ قرآن مجید کے نام بغیر عربی متن کے سے الہ آباد سے شائع ہوا (۱۹۱۴ء)۔ اس نے تفسیرِ سورۂ فاتحہ (الہ آباد ۱۹۲۰ء) کے علاوہ ایک کتاب غریب القرآن کے نام سے شائع (حیدرآباد ۱۹۴۷ء) کی۔ مزید براں اس نے احادیث کے دو منتخبات کا انگریزی ترجمہ Muhammad in the Hadees (الہ آباد: عباس منزل لائبریری، س۔ن) اور Sayings of the Prophet Muhammad (الہ آباد ۱۹۲۴ء) اور سیرۃ النبی پر ایک انگریزی کتاب The Life of Mohammed کے نام سے بھی شائع کی (الہ آباد ۱۹۱۰ء)۔ ابوالفضل کے احوال وآثار کے لیے دیکھیے:

Mofakhkhar Hussain Khan, *The Holy Qur'an in South Asia* (Dhaka: Bibi Akhtar Prakasani, 2001), pp.274-276, 286; Baljon, *Modern Muslim Koran Interpretation*, pp. 74, 100.

(۱۹) شبلی نعمانی، ''ایک عظیم الشان تحریک یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفصل اور مستند سوانح عمری مرتب کرنے کی تجویز''، الندوہ (لکھنؤ)، جلد۹، شمارہ۱ (محرم الحرام ۱۳۳۰ھ/جنوری ۱۹۱۲ء)، ص۵۔۸؛ سید سلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی (اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۷۴ء)، جلد ۸، ص۳۶۔۴۱؛ سید سلیمان ندوی، حیات شبلی (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۲۰۰۲ء)، ص۷۰۲۔۷۱۵۔

(۲۰) جارج سیل (George Sale، ۱۶۹۷۔۱۷۳۶ء) نے Marracci Lodovico کے لاطینی ترجمے (Refutatio Alcorani، مطبوعہ ۱۶۹۸ء) پر بڑی حد تک تکیہ کرتے ہوئے قرآن حکیم کا پہلا انگریزی ترجمہ تیار کیا، جو لندن سے ۱۷۳۴ء میں شائع ہوا۔ سیل نے ایک مفصل مقدمہ بھی تحریر کیا جس میں گو اس نے اپنے پیش رو مغربی مسیحی مترجمین کے مقابلے میں قرآن حکیم اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قدرے نرم زبان استعمال کرتے ہوئے رسول اللہ کی سیرت و اخلاق کے بعض پہلوؤں کی تحسین کی لیکن آپ کی نبوت و رسالت کو قطعی طور پر مشتبہ و مشکوک ٹھیرایا۔ دیکھیے:

George Sale, *The Koran commonly called The Alkoran of Mohammed. Translated into English from the Original Arabic with Explanatory Notes Taken from the Most Approved Commentators* (Strand, I: Frederick Warne & Co., Publishers, n. d.?), "Preliminary Discourse", chaps. III, IV, V, pp. 44-103.

جارج سیل کے ترجمہ کو انگریزی زبان میں ایک مستند و معیاری ترجمہ خیال کیا گیا۔ چنانچہ انگلینڈ اور اس کے باہر انگریزی خواں حلقوں میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور اسے کے پے در پے بیسیوں ایڈیشن نکلے، اور بعد میں آنے والے مترجمین (راڈویل اور پامر وغیرہ) نے اس سے بھرپور استفادہ کیا۔ دیکھیے:

A. J. Arberry, *The Koran Interpreted* (London: Allen & Unwin, 1955), "Preface", pp.10-13; Abdullah Yusuf Ali, *The Holy Qur'an*. . . . (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1934), vol. I, pp. xiv-xv.

(۲۱) دیکھیے: سیدسلیمان ندوی، حیاتِ شبلی (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۲۰۰۲ء)، ''دیباچہ''، ص۲۰تا۲۱

(۲۲) دیکھیے

Francis Robinson, *The Ulama of Farangi Mahall and Islamic Culture in South Asia* (Lahore: Ferozsons Pvt. Ltd. 2002),pp. 124-125.

انگریزی زبان کی تحصیل کے بارے میں مولانا شبلی نعمانی اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے خیالات وآراء کے جائزہ کے لیے دیکھیے: محمد ارشد،''جنوبی ایشیا میں انگریزی زبان کی ترویج: علماء کا ردعمل''، معیار (اسلام آباد)، جلد۱، شمارہ۱ (جنوری تا جون ۲۰۰۹ء)، ص۲۲۲تا۲۲۳

(۲۳) شدھی تحریک کے لیے دیکھیے حاشیہ ۷۲

(۲۴) دیکھیے: سیدسلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۱۰ء)، جلد۱، ص۱۸۹، ۲۲۲و بمواضع کثیرہ؛ سیدسلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد۸، ص۱۔۱۵؛ سید سلیمان ندوی (مرتب)، خطبات شبلی (لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء)، ص۸۹، ۱۰۱۔۱۰۵؛ سیدعبدالباری،''عصرِ رواں میں شبلی کی معنویت''، معارف (اعظم گڑھ)، جلد۱۸۲، شمارہ۵ (ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ/نومبر ۲۰۰۸ء)، ص۳۴۷

(۲۵) سیدسلیمان ندوی (مرتب)، خطباتِ شبلی، ص۱۰۴۔۱۰۵

(۲۶) سیدسلیمان ندوی، حیات شبلی، ص۵۸۲۔۵۸۳

(۲۷) سیدسلیمان ندوی (مرتب)، خطباتِ شبلی، ص۱۲۰۔۱۲۱؛ محمد الیاس اعظمی، آثارِ شبلی (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۲۰۱۳ء)، ص۵۲۳۔۵۲۴

(۲۸) تفصیل کے لیے دیکھیے: سیدسلیمان ندوی (مرتب)، خطباتِ شبلی، ص ۸۲۔۱۲۲؛ ظفر یف شہباز ندوی،''برصغیر میں اسلامی فکر کے ارتقاء میں مولانا شبلی کا حصہ''، ترجمان دارالعلوم (نئی دہلی)، جلد۴، شمارہ۵۔۷ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۸ء، محرم، صفر، ربیع الاول ۱۴۲۹ھ)، ص ۱۷

(۲۹) سیدسلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد۸، ص۵۴۔

(۳۰) سیدسلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد۸، ص۵۴۔۵۵؛ سیدسلیمان ندوی، حیاتِ

شبلی، ص۴۹۹، ۵۸۴ـ۵۸۲؛ شمس تبریز خان، تاریخ ندوۃ العلماء (لکھنؤ: مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء)، جلد۲، ص۹۱؛ محمد الیاس اعظمی، ’’عہد حاضر میں علامہ شبلی کی بعض تجویزوں اور منصوبوں کی معنویت‘‘، معارف (اعظم گڑھ)، جلد۱۸۱، شمارہ۲ (صفر المظفر ۱۴۲۹ھ/فروری ۲۰۰۸ء)، ص۱۳۱

(۳۱) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی (اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)، جلد۲، ص۳۲ تا ۳۳۔ مزید دیکھیے: شرف الدین اصلاحی، ذکرِ فراہی: مولانا حمید الدین فراہی کے سوانح حیات (لاہور: دارالتذکیر، ۲۰۰۲ء)، ص۳۹۶۔

(۳۲) شبلی نعمانی، ’’شذرات‘‘، الندوہ (لکھنؤ)، اگست ۱۹۱۰ء، ص۲ بحوالہ اصلاحی، ذکرِ فراہی، ص۳۹۶؛ سید سلیمان ندوی، حیاتِ شبلی، ص۵۸۲۔

(۳۳) شبلی بنام حبیب الرحمن شروانی محررہ ۵ مئی ۱۹۱۰ء، مشمولہ مکاتیب شبلی، جلد۱، ص۱۷۱۔

(۳۴) مولانا حمید الدین فراہی (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء۔ ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء) نے عربی و اسلامی علوم کی تحصیل و تکمیل اپنے عہد کے مقتدر علماء علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ـ۱۹۱۴ء)، مولانا ابو الحسنات عبدالحی فرنگی محلی (۱۸۴۸ـ۱۸۸۶ء) اور مولانا فیض الحسن سہارن پوری (۱۸۱۶ـ۱۸۸۷ء) سے کی۔ بعد ازاں کرنل گنج سکول الہ آباد سے مڈل اور پھر انٹرنس کیا۔ ۱۸۹۱ء میں علوم جدیدہ کی تحصیل کے لیے ایم اے او کالج علی گڑھ کا رخ کیا اور وہاں سے بی اے کیا۔ یہاں انھوں نے انگریزی زبان وادب اور فلسفہ جدیدہ کی تعلیم حاصل کی۔ مزید براں یہودی عالم پروفیسر جوزف ہارووٹز/ہارویز سے عبرانی زبان پڑھنی شروع کی اور اس میں مہارت پیدا کی۔ مولانا فراہی نے سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں عربی کے استاد کی حیثیت سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ چند سال بعد مدرسۃ الاسلام کراچی کو خیر باد کہہ کر پہلے علی گڑھ میں اور بعد میں میور کالج الہ آباد میں عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں دارالعلوم حیدرآباد کے پرنسپل ہو کر حیدرآباد چلے گئے اور کئی سال تک اس منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۱۹ء میں مستعفی ہو کر اپنے وطن اعظم گڑھ چلے آئے اور مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کو اپنی علمی وفکری آماجگاہ بنایا اور پوری زندگی اسی مدرسے کی خدمت میں گذار دی۔ مولانا حمید الدین عربی زبان وادب، فلسفۂ قدیم وجدید میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ قرآنیات اور تقابلِ ادیان سے تو ان کو خصوصی

شغف تھا۔مولانا فراہی نے نظم قرآن کے نظریے کو قوی نقلی وعقلی دلائل سے پیش کیا ہے اور قرآن حکیم کی متعدد سورتوں (الفاتحۃ، الذاریات، التحریم، القیامۃ، المرسلات، عبس، الشمس، التین، العصر، الفیل، الکوثر، الکافرون، اللھب) کی تفسیر میں اس نظریے کو عملا برتا بھی ہے۔ان سورتوں کا تفسیری مجموعہ نظام القرآن کے نام سے شائع ہوا ہے۔دیکھیے: تفسیر نظام القرآن و تأویل الفرقان بالفرقان ۲ جلدیں (سرائے میر، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیۃ، ۲۰۰۰۔۲۰۰۸ء)۔مولانا فراہی نے تفسیر نظام القرآن کے علاوہ قرآن حکیم کے عربی میں تفسیری حواشی بھی لکھے(دیکھیے: سلطان احمد اصلاحی، ''مولانا حمید الدین فراہی کے غیر مطبوعہ قرآنی حواشی''، مشمولہ قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برس میں(پٹنہ: خدا بخش پبلک اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)،ص ۲۸۹۔۳۰۰) جنھیں عبید اللہ فراہی اور محمد امانۃ اللہ اصلاحی نے مرتب کر کے تعلیقات فی تفسیر القرآن الکریم کے نام سے ۲ جلدوں میں شائع کیا ہے (سرائے میر، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیۃ، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء)۔

(۳۵) نواب سید حسین بلگرامی خاندان اودھ کے مشہور مردم خیز قصبہ بلگرام سے تعلق رکھتے تھے۔وہ اکتوبر ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے، خانگی طور سے مقامی علماء سے عربی وفارسی کی تحصیل کی۔پہلے بھاگل پور بہار، پٹنہ اور اس کے بعد کلکتہ کے انگریزی اسکولوں میں تعلیم پا کر ۱۸۶۱ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا جبکہ ۱۸۶۳ء میں پریسیڈنسی کالج سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۶۶ء میں بی اے کی ڈگری درجہ اول کے ساتھ کلکتہ یونیورسٹی سے حاصل کر کے علوم شرقی اور مغربی کے فاضل بن گئے۔تعلیم سے فارغ ہو کر کیننگ کالج لکھنؤ میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور چھ برس تک درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔انھیں دنوں انجمن تعلقہ داران لکھنؤ کی طرف سے انگریزی اخبار لکھنؤ ٹائمز جاری ہوا تو سید حسین بلگرامی اخبار مذکور کو ایڈٹ کرنے لگے۔جون ۱۸۷۳ء میں مولوی سید حسین سر سالار جنگ اول جو اس وقت دولت آصفیہ کے مدار المہام تھے، کے پرائیویٹ سیکرٹری بن کر لکھنؤ سے حیدرآباد چلے گئے ۔۱۸۸۲ء میں اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خان کے پرائیویٹ سیکرٹری مقرر ہوئے۔جلد ہی وہ ریاست کے محکمۂ تعلیم کے ناظم اور شہزادہ ولی عہد میر عثمان علی خان کی تعلیم وتربیت کے نگران مقرر ہوئے۔نظامت تعلیمات کے اعلیٰ عہدہ دار کی حیثیت سے تیئیس برس تک اس خدمت پر مامور رہے اور اس لحاظ سے اپنی عمر اور اپنی قابلیت کا بڑا زمانہ اشاعت تعلیم

اور ترتیب تعلیم کی کی نذر کر دیا۔ ۱۹۰۷ء میں وہ نظامت تعلیم کے عہدہ سے وظیفہ یاب ہو کر سبکدوش ہوئے۔ نواب صاحب نے چوراسی سال کی عمر میں ۳ جون ۱۹۲۶ء کو حیدر آباد میں عالم فانی کو سدھار گئے۔نواب عماد الملک انگریزی و عربی ادب کا نہایت اعلیٰ علمی ذوق رکھتے تھے۔عربی اور انگریزی میں اس اعلیٰ درجہ کی مہارت کے سبب ترجمہ قرآن کے لیے علامہ شبلی انھیں بہت ہی موزوں شخصیت خیال کرتے تھے۔وہ دارالمصنفین کی مجلس منتظمہ کے پہلے صدر نشین تھے اور اخیر تک اس تعلق کو قائم رکھا۔نواب عماد الملک کے احوال وآثار کے بارے میں ملاحظہ ہو: عبدالحی الحسنی، نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر (کراچی: نور محمد، اصح المطابع، کارخانہ تجارت کتب، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۶ء)، جلد۸، ۱۰۹۔۱۱۱؛ سید سلیمان ندوی، یاد رفتگان (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۳ء)، ص۷۶ تا ۷۲؛ وہی مصنف، حیات شبلی، ص ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۸۳۔۵۸۴ و بمواقع عدیدہ؛ شاہ معین الدین ندوی، حیات سلیمان (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، س۔ن)، ص۹۸۔۹۹۔ مولانا فراہی کے اشتراک سے ترجمہ قرآن کے بارے میں ملاحظہ ہو: عبدالماجد دریابادی، ''قرآن مجید کے انگریزی ترجمے''، بینات (کراچی)، جلد۴، شمارہ۳ (اگست ۱۹۶۴ء)، ص۱۲۷۔ب

(۳۶) سید سلیمان ندوی، مقالات شبلی، جلد۸، ص ۵۵۔۵۶؛ اصلاحی، ذکر فراہی، ص۳۹۶

(۳۷) عبدالماجد دریابادی، حکیم الامت: نقوش و تأثرات (وصی آباد، الہ آباد: سعدی بک ڈپو، ۱۹۹۰ء)، ص۳۱۹

(۳۸) عبدالماجدی دریابادی، ''قرآن مجید کے انگریزی ترجمے''، بینات (کراچی)، جلد۴، شمارہ۳ (اگست ۱۹۶۴ء)، ص ۱۲۷

(۳۹) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد۸، ص۵۵

(۴۰) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی، جلد۱، ص۱۷۱۔۱۷۲

(۴۱) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد۸، ص۵۵

(۴۲) مولوی محمد صالح، پرنسپل ایس ای کالج بہاول پور، ۱۹۰۷۔۱۹۱۰ء رہے، دیکھیے: ''فہرست مختلف شعبہ جات میں ایس ای کالج کی معروف شخصیات''، نخلستان ادب، شخصیات نمبر (بہاول پور)، ۲۰۱۲ء، ص۴۲۴

(۴۳) شبلی نعمانی، ''شذرات''، الــــندوہ (لکھنؤ)، اگست ۱۹۱۴ء، ص ۲ بحوالہ اصلاحی، ذکــــرِ فراہی، ص ۳۹۷؛ ظفر الاسلام اصلاحی، ''مولانا حمید الدین فراہیؒ''، مشمولہ علامہ حمید الدین فراہی: حیات و افکار (مقالاتِ فراہی سیمینار) (سرائے میر، اعظم گڑھ: دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، ۱۹۹۲ء)، ص ۴۹۔

(۴۴) شبلی نعمانی، ''شذرات''، الندوہ (لکھنؤ)، اگست ۱۹۱۴ء، ص ۲؛ سید سلیمان ندوی، حیاتِ شبلی، ص ۵۸۲

(۴۵) شبلی نعمانی، ''شذرات''، الندوہ (لکھنؤ)، اگست ۱۹۱۴ء، ص ۲؛ اصلاحی، ذکرِ فراہی، ص ۳۹۷

(۴۶) شبلی نعمانی، ''شذرات''، الندوہ (لکھنؤ)، ستمبر ۱۹۱۴ء، ص ۱؛ اصلاحی، ذکرِ فراہی، ص ۳۹۷

(۴۷) جے ایم راڈویل کا ترجمہ

The Koran: translated from the Arabic , the Suras arranged in Chronological order with notes and index لندن سے ۱۸۶۱ء شائع ہوا۔ موصوف نے اپنے ترجمہ کے دیباچہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بارے میں انتہائی لغو اور بیہودہ الزامات عائد کیے ہیں اور قرآن مجید پر بہت سے اعتراضات اٹھائے ہیں۔ اس نے اپنے ترجمہ میں قرآن حکیم کی سورتوں کی ترتیب کو بالکل الٹ دیا اور زمانۂ نزول کے اعتبار سے ایک نئی ترتیب قائم کی۔ رسول اللہ کو قرآن حکیم کا مصنف خالق و مصنف قرار دیا اور یہودیت و نصرانیت اور مذہب زرتشت کو قرآن حکیم کے ماخذ ثابت کرنے پر زور صرف کیا۔ قرآن حکیم کے معانی و مطالب کو مسخ کر کے پیش کرنے کی بھرپور سعی کی (راڈویل کے ترجمہ کے تنقیدی جائزہ کے لیے دیکھیے: عبدالماجد دریابادی، ''عرضِ حال''، ص ۴۔۵۔ مزید دیکھیے:

A. J. Arberry, *The Koran Interpreted* (London: Allen & Unwin; New York: Macmillan, 1955), "Preface", pp. 14-15; Abdullah Yusuf Ali, *The Holy Qur'an. . . .* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1934), vol. I, pp. xiv-xv; A. R. Kidwai, "Translating the Untranslatable: A Survey of English

Translations of the Qur'an", *Muslim World Book Review*, vol. 7, no. 4 (1987), p. 70. [

(۴۸) نواب عماد الملک بنام مولانا شبلی نعمانی، مشمولہ سید سلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد ۸، ص ۵۵ تا ۵۶

(۴۹) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد ۸، ص ۵۶

(۵۰) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد ۸، ص ۵۶

(۵۱) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد ۸، ص ۵۷۔

(۵۲) سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، ص ۵۰۱۔

(۵۳) شمس تبریز خان، تاریخ ندوۃ العلماء، جلد ۲، ص ۱۰۰؛ اصلاحی، ذکر فراہی، ص ۳۹۸۔۳۹۹

(۵۴) سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، ص ۵۸۳۔۵۸۴

(۵۵) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی (اعظم گڑھ: دار المصنفین، ۲۰۰۱ء)، جلد ۱، ص ۳۰۰؛ مولانا ابوالکلام آزاد کے نام ایک خط (محررہ ۲۰/ اگست ۱۹۱۳ء) میں لکھا: ''عماد الملک بلگرامی تقریباً حیدرآباد بلاتے ہیں، ۔ ۔ ۔ عماد الملک ترجمۂ قرآن میں مصروف ہیں، لکھا ہے کہ پندرہ پارے ہو چکے'' دیکھیے: مکاتیب شبلی، جلد ۱، ص ۲۷۰

(۵۶) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی، جلد ۱، ص ۲۷۱؛ نیز بنام سید نواب علی (محررہ ۲۹/ اگست ۱۹۱۳ء)، مکاتیب شبلی، جلد ۱، ص ۳۰۱

(۵۷) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی، جلد ۸، ص ۵۷۔

(۵۸) سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، ص ۵۸۳ تا ۵۸۴۔

(۵۹) سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، ص ۵۸۲ تا ۵۸۴؛ سید سلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی (اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)، جلد ۲، ص ۲۳۲ تا ۲۳۳؛ ظفر الاسلام اصلاحی، ''مولانا حمید الدین فراہی''، ص ۴۹

(۲۰) عبدالماجد دریابادی ''قرآن مجید کے انگریزی تراجم''، ص ۱۲۷۔

(۲۱) انوار مارہروی، ''مولوی سید حسین صاحب مرحوم بلگرامی''، مشمولہ آغا حسین ہمدانی (مرتب)، دستاویزات آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس صدارتی خطبات ۱۸۸۶ تا ۱۹۰۲ء (اسلام آباد: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، ۱۹۸۶ء)، جلد ۱، ص ۱۹۵)

(۲۲) ضیاء الدین اصلاحی (مرتب)، مشاہیر کے خطوط بنام مولانا سید سلیمان ندوی (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، س۔ن۔)، ص ۷۱۔

(۲۲ ب) مولانا ابوالکلام آزاد بنام مولوی محی الدین احمد، محررہ ۴ اگست ۱۹۸۳ء، مشمولہ غلام رسول مہر (مرتب) تبرکات آزاد (لاہور: کتاب منزل، س۔ن)، ص ۸۰۔۸۱

(۲۳) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی، جلد ۱، ۲۲۸، ۲۴۲۔ مولانا حمیدالدین کے قرآن فہمی کے مولانا شبلی بے حد مداح تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مقالات شبلی؛ مکاتیب شبلی تذکرہ علمائے مصر کی طرف سے مولانا فراہی کی تفسیر کی تحسین

(۲۴) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی، جلد ۱، ص ۲۲۸؛ مزید دیکھیے: شبلی نعمانی بنام منشی محمد امین (محررہ ۱۰ جنوری ۱۹۱۴ء)، مشمولہ سید سلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی، جلد ۱، ص ۲۴۰ وحاشیہ

(۲۵) سید سلیمان ندوی (مرتب)، مکاتیب شبلی، جلد ۱، ص ۲۴۲۔ مولانا حمیدالدین فراہی کی عربی زبان وادب میں مہارت ولیاقت اوران کے ذوق قرآن فہمی کے مولانا شبلی بڑے زبردست مداح تھے۔ دیکھیے: مکاتیب شبلی، جلد ۱، ص ۲۴۲؛ مولانا شبلی نے مولوی حمیدالدین فراہی کی تصانیف پر تبصروں میں بھی ان کے فہم قرآن کی بڑے بلند الفاظ میں ان کی تحسین کی۔ دیکھیے: سید سلیمان ندوی (مرتب)، مقالات شبلی (لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء، جلد ۲، ص ۱۵۔۲۷۔ حمیدالدین کی علمی فضیلت کے بارے میں سید سلیمان ندوی (دیکھیے: یاد رفتگاں، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۰۔۱۳۲) اور عبدالماجد دریابادی بھی رطب اللسان نظر آتے ہیں (دیکھیے: معاصرین، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س۔ن۔، ص ۱۲۱۔۱۲۳)۔

(۲۶) مرزا حیرت دہلوی اور ان کے رفقاء کا یہ ترجمہ The Koran, English Translation (مرتب: مرزا حیرت Prepared by Various Oriental Learned Scholars دہلوی) کے نام سے پہلی بار تین جلدوں میں آئی ایم ایچ پریس دہلی سے ۱۹۱۲ء۔۱۹۱۹ء کے دوران میں اور دوسری بار یکجا ایک جلد میں ۱۹۳۰ء میں دہلی ہی سے شائع ہوا۔ جلد اول کے سرورق پر صراحت ہے کہ یہ ترجمہ علماء کی ایک جماعت نے کیا ہے جبکہ مرزا حیرت نے اس کو مرتب کیا ہے۔ (دیکھیے: نورالحسن راشد کاندھلوی، ''شاہ محمد اسماعیل شہید کی سوانح حیات حیات طیبہ اور اس کے مؤلف مرزا حیرت دہلوی''، احوال و آثار (کاندھلہ، مظفر نگر)، سلسلۂ جدید، جلد ۲، شمارہ ۲۰۔۲۲ (اکتوبر۔دسمبر ۲۰۰۸ تا جنوری۔مارچ ۲۰۰۹ء)، ص ۱۲۴۔۱۲۵۔ص ۱۲۵۔۱۲۶۔

(۲۷) عبدالرحیم قدوائی، ''قرآن مجید کے انگریزی تراجم و تفاسیر''، ص ۳۶۔ مزید دیکھیے: Kidwai, *Bibliography of the Translations*, pp. 182-183. مرزا حیرت نے اردو میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ (ترجمۂ قرآن مجید مع تفسیر بالحدیث بہ حاشیہ کے نام سے) کیا تھا جو متعدد بار چھپ چکا ہے۔ ان کے علمی آثار کے لیے دیکھیے: محمد اسحاق بھٹی، برصغیر کے اہلِ حدیث خدام القرآن (لاہور: مکتبۂ قدوسیہ، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۲۷۔۱۴۴۔ مزید دیکھیے: Khan, *The Holy Qur'an in South Asia*, pp. 277-278.

(۲۸) عبدالماجد دریابادی، حکیم الامت: نقوش و تأثرات، ص ۳۱۸

(۲۹) اشرف علی تھانوی، اصلاح ترجمۂ حیرت (کانپور: مطبع قیومی، ۱۹۱۱ء)، ۱۴ صفحات

(۷۰) قادیانیوں کی طرف سے ۱۹۰۷ء سے بڑے شدومد سے ایک انگریزی ترجمۂ قرآن کی ضرورت کا پرچار کیا گیا۔ اس کام کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفۂ اول حکیم نورالدین (۱۸۴۱۔۱۹۱۴ء) کی نظر انتخاب اپنے محبوب شاگرد محمد علی پر پڑی۔ نورالدین کے ایماء پر ۲ جون ۱۹۰۹ء کو انجمن احمدیہ کے اجلاس میں مولوی محمد علی سیکرٹری انجمن احمدیہ نے ترجمہ و تفسیر کا منصوبہ پیش کیا۔ اس پر انجمن نے ایک قرارداد منظور کی کہ ترجمہ قرآن شریف کا زبان انگریزی میں کیا جائے اور مولوی محمد علی صاحب کو اس کام پر لگایا جائے۔ ۱۹۰۹ء میں محمد علی نے مولوی نورالدین کی رہنمائی میں اس کام کا آغاز کیا جو سات سال بعد تکمیل کو پہنچا۔ نورالدین

نے ۲۲ پاروں کے ترجمہ کی سماعت بھی کی۔ محمد علی کے اردو ترجمہ (بیان القرآن) کے بھی چھ پارے ان (مولوی نورالدین) کی نظروں سے گزرے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ممتاز احمد فاروقی، مجاہد کبیر یعنی سوانح عمری حضرت مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ (لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)، ص ۵۸، ۷۲۔۷۳، ۸۰

(۷۱) اس ترجمہ کے (خود مولوی محمد علی کے بیان کردہ) خصائص کے بارے میں ملاحظہ ہو: ممتاز احمد فاروقی، مجاہد کبیر، ص ۱۳۷۔۱۴۰۔ مزید دیکھیے: شیخ محمد اکرام، موج کوثر (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۷ء)، ص ۱۸۱۔۱۸۲

(۷۲) عبدالماجد دریابادی، ''عرض حال''، سچ (لکھنؤ)، ۲۵ جون ۱۹۳۴ء، ص ۵

(۷۳) ملاحظہ ہو: محمد علی جوہر بنام مرزا یعقوب بیگ، محررہ ۲۴ فروری ۱۹۱۸ء، در The Islamic Review (ووکنگ، یو کے)، دسمبر ۱۹۱۹ء، ص ۴۴۵ تا ۴۴۹

(۷۴) عبدالماجد دریابادی، ''میری محسن کتابیں''، مشمولہ مولانا محمد عمران خان ندوی (مرتب)، مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۴ء)، ص ۲۶۔۲۷؛ اکرام، موج کوثر، ص ۱۸۲؛ مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی متعدد تحریروں میں بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: عبدالماجد دریابادی، حکیم الامت، ص ۳۱۸، ۳۳۹۔۳۴۰؛ وہی مصنف، ''عرض حال''، ص ۴۔۵؛ وہی مصنف، آپ بیتی (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۹۶ء)، ص ۲۵۴ تا ۲۵۵؛ وہی مصنف، ''قرآن مجید کے انگریزی ترجمے''، ص ۱۳۸

(۷۵) دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین، ص ۳۲۔۳۴۔ مولوی محمد علی لاہوری کے اردو ترجمہ و تفسیر قرآن بیان القرآن کے بارے میں علماء نے شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، قادیانیت: مطالعہ و جائزہ (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۷۹۔۱۹۲؛ عبدالماجد دریابادی (مرتب)، مکتوبات سلیمانی (لکھنؤ: صدق جدید بک ایجنسی، ۱۹۶۷ء)، جلد ۲، ص ۳۳۔ محمد علی لاہوری کے دینی تفکر کے بارے میں ملاحظہ ہو:

Murray T. Titus, *Islam in India and Pakistan* (Karachi: Royal Book Company, 1990), pp. 255, 263; John Warwick Montgomery, "The Apologetic Approach of Muhammad Ali and Its Implications for Christian Apologetics", *The Muslim World*, vol. LI, no. 2 (April 1961),pp. 111-122.

(۷۶) **محمد شفیع اسلم**، کار زار شدھی یعنی سر گزشت فتنۂ ارتداد (لاہور: کریم پریس، ۱۹۲۴ء)۔ مزید دیکھیے: **سید غلام قطب الدین چشتی**-ہسوانی، ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا شکار (بریلی: جماعت، مبارک رضائے مصطفیٰ، ۱۹۲۳ء)؛ **ایچ بی خان**، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار (اسلام آباد: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، ۱۹۸۵ء)، ص۲۵۶-۲۶۳

(۷۷) دیکھیے: **عبدالباری**، فتنہ ٔ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض (لکھنؤ: فرنگی محل، ۱۹۲۳ء)؛ **سید ابوالحسن علی ندوی**، حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۷۹ء)؛ **محمد ایوب قادری**، تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ (کراچی: مکتبۂ معاویہ، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱)؛ **ایچ بی خان**، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، ص۲۶۳-۲۷۴۔

(۷۸) فتنۂ ارتداد کے انسداد کے لیے جمعیۃ العلماء ہند کی مساعی کے بارے میں ملاحظہ ہو: **مولانا سید محمد میاں**، جمعیۃ العلماء کیا ہے؟ (لاہور: جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، ۲۰۰۴ء)، ص۱۴۵-۱۴۶، ۱۵۰-۱۵۴، ۱۸۵-۱۸۷، ۲۲۹؛ **سید محبوب رضوی**، تاریخ دار العلوم دیو بند، جلد۱، ص۲۶۵؛ **ایچ بی خان**، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، ص۲۶۶-۲۶۸۔ مزید دیکھیے:
Khalid bin Sayeed, *Pakistan: The Formative Phase 1857-1948* (Karachi: Oxford University Press, 1998), p. 58.

(۷۹) **سید محمد میاں**، جمعیۃ العلماء کیا ہے؟ (لاہور: جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، ۲۰۰۴ء)، ص۲۱۴؛

پروین روزینہ(مرتب)، جمعیت العلماء ہند: دستاویزات مرکزی اجلاس ہائے عام ۱۹۱۹ تا ۱۹۴۵ء(اسلام آباد: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت،۱۹۸۰ء)،جلد۱،ص۲۸۲

(۸۰)سیدابوالاعلیٰ مودودی، آفتاب، تازہ:الجمعیۃ دہلی میں ۱۹۲۷ء میں شائع ہونے والے اداریے اور مضامین (مرتب:خلیل احمد حامدی) (لاہور: ادارۂ معارف اسلامی، ۲۰۰۷ء)، ص۴۰۸_۴۰۹

(۸۱)سیدمحمد میاں، جمعیۃالعلماء کیا ہے؟،ص۲۳۲؛ پروین روزینہ(مرتب)، جمعیۃ العلماء ہند، جلد۱،ص۴۵۸

(۸۲) تفصیل کے لیے دیکھیے: انوارالحسن شیرکوٹی،تجلیات عثمانی (ملتان: ادارۂ نشر المعارف، ۱۹۵۷ء)،ص۷۸_۷۹

(۸۳) دیکھیے: صدیق جاوید، اقبال: نئی تفہیم (لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۳ء)،ص ۵۱۰تا ۵۱۲_مزید دیکھیے:

Annemarie Schimmel, *Gabriel's Wing* (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1989), p. 221; Siddique Javed, "Iqbal and Rodwell's Translation of the Qur'an", *Iqbal Review*, 42:4 (October 2001): 141-166.

(۸۴) دیکھیے:

Muriel Pickthall, "A Great English Muslim", *Islamic Culture,* vol. XI, no. 1 (January 1937), pp. 141-142.

(۸۵)سیدسلیمان ندوی،یادِ رفتگان،ص۲۷۱_ پکتھال ہی نہیں بلکہ علامہ عبداللہ یوسف علی (۱۸۷۲_۱۹۵۳ء) نے بھی محمد علی لاہوری کے ترجمہ وتفسیر کی زبان کوصریح طور پر کمزور قرار دیا، جوان کی رائے میں عربی زبان سے نا آشنا انگریزی خواں افراد کے لیے(مغربی) اپنے اندرکوئی جاذبیت اورکشش نہیں رکھتی_دیکھیے: Abdullah Yusuf Ali, *The Holy Qur'an* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1934), vol. I, p. xv.

(۸۶) دیکھیے: Muhammad Marmaduke Pickthall, *The Meaning of the Glorious Qur'an* (Kuala Lumpur: Islamic Book Trust, 2001), "Translator's Foreword", p. viii; Muriel Pickthall, "A Great English Muslim", *Islamic Culture*, vol. XI, no. 1 (January 1937), pp. 138-142, esp. 141.

(۸۷) دیکھیے: عبدالماجد دریابادی، ''عرض حال''، سچ (لکھنؤ)، ۲۵ جون ۱۹۳۴ء، ص ۴؛ عبدالماجد دریابادی، ''قرآن مجید کے انگریزی ترجمے''، ص ۱۳۹؛ سید سلیمان ندوی، ''شذرات''، معارف (اعظم گڑھ)، ج ۳۴، شمارہ ۲ (اگست ۱۹۳۴ء)، ص ۸۲؛ ضیاءالدین برنی، عظمتِ رفتہ، ص ۲۹۸

(۸۸) سید سلیمان ندوی، ''شذرات''، معارف (اعظم گڑھ)، جلد ۳۴، شمارہ ۲ (اگست ۱۹۳۴ء)، ص ۸۲۔ مزید دیکھیے: Abdullah Yusuf Ali, *The Holy Qur'an* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1934), vol. I, p. xv.

(۸۹) مالک رام (مرتب)، خطباتِ آزاد (نئی دہلی: ساہتیہ اکیڈمی، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۵۲ تا ۲۵۳۔

(۹۰) عبدالماجد دریابادی، حکیم الامت: نقوش و تاثرات، (وصی آباد، الہ آباد: سعدی بک ڈپو، ۱۹۹۰ء)، ص ۴۲۳

(۹۱) سید سلیمان ندوی بنام عبدالماجد، محررہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۴ء، مشمولہ عبدالماجد دریابادی (مرتب)، مکتوباتِ سلیمانی، ج ۲، ص ۳۵، و حاشیہ ۸۰۲۔

(۹۲) عبدالماجد دریابادی، حکیم الامت، ص ۴۲۳۔۴۲۴۔

(۹۳) ایضاً، ص ۴۲۴۔

(۹۴) دیکھیے: عبدالماجد دریابادی، حکیم الامت: نقوش و تاثرات (وصی آباد، الہ آباد: سعدی بک ڈپو، ۱۹۹۰ء)، ص ۳۱۲ و مواضع کثیرہ۔ مزید دیکھیے: عبدالماجد دریابادی، آپ بیتی، ص ۲۹۳۔ مزید دیکھیے: Abdul Majid Daryabadi, *Tafsir-ul-Qur'an: Translation and Commentary of the Holy Qur'an* 5 vols.(Karachi: Darul Isha'at, 1991), vol. 1, "Preface", pp. vi-vii.

✿✿✿